Regd C.P.No 861

رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان
سالانہ نمبر

ایڈیٹر:- صلاح الدین ملک ایم۔اے

اسسٹنٹ ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ: چھ روپے۔ ممالک غیر ۷/۸ روپے۔ فی پرچہ ۲ آنے

تواریخ اشاعت ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۳ | ۲۱/۲۸ رفتح ۱۳۳۳ ہش۔ | ۲۱/۲۸ دسمبر ۱۹۵۴ء | نمبر ۴۸/۴۹

جلسہ سالانہ کے اغراض و فوائد

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جن میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔

سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ر دسمبر سے ۲۹ر دسمبر تک قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے بعد جو تیس دسمبر ۱۸۹۱ء ہے۔ جو آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ر دسمبر کی تاریخ کو آ جاوے۔ تو ......

حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آ جانا چاہیئے۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔

اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہو گی اور حتی الوسع بارگاہِ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے ان کو قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔

اور عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے۔ وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے۔ اور روشناس ہو کر آپس میں رشتہ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا

اور جو بھائی اس عرصہ میں سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔

اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جل شانہٗ کوشش کی جائے گی۔

اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے۔ جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔

اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہو گا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ سفر خرچ کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں۔ تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آ جائے گا۔ گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے

کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم اے مرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرہ
اپنے سینے میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

نقشِ ہستی تری الفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرہ تری راہ میں اڑایا ہم نے

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے

چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے

دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے

بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش
جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے

دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا
نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶)

گائیڈ (راہنمائی) فیصلہ جلسہ

حسب دستور سابق اس سال بھی ۲۶، ۲۷ و ۲۸ر دسمبر قادیان میں جلسہ سالانہ منعقد ہو رہا ہے تمام احباب اپنے روحانی مرکز میں جمع ہونے کے لئے وقت مقررہ پر تشریف لاویں۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

اخبار احمدیہ

ربوہ ۷ر دسمبر۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو نزلہ اور سر درد ہے۔ ۸ر دسمبر۔ حضور کو کچھ بخار ہے۔ ۹ر دسمبر حضور کو سر درد اور ہلکا بخار ہے۔ احباب حضور کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا فرماویں۔

ربوہ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کی صحت ابھی بوجہ بیماری گردہ کمزور ہے۔ احباب صحت کاملہ کی دعا فرماویں۔

ربوہ ۵ر دسمبر۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر ریٹائرڈ ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل [illegible] دیوان مقرر فرمایا ہے وہ عہدہ کے لحاظ سے انجمن کے ممبر بھی ہوں گے۔

لندن ۷ر دسمبر مکرم سید محمود احمد صاحب ناصر اور مکرم سید جواد علی صاحب بخیریت لندن پہنچ گئے ہیں۔ مکرم سید جواد علی صاحب عنقریب امریکہ روانہ ہوں گے احباب دونوں مبلغین کی کامیابی کے لئے دعا فرماویں۔

ربوہ ۸ر دسمبر مکرم رشید احمد صاحب امریکن اور مکرم عبدالشکور صاحب کنزے مورخہ ۱۱ر دسمبر کو بذریعہ خیبر میل کراچی پہنچ کر ۱۴ر دسمبر کو بذریعہ جہاز عازم امریکہ ہوں گے۔ احباب ان ہر دو مبلغین کی کامیابی کے لئے بھی دعا فرمائیں

لاہور ۱ر دسمبر۔ حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب کی صحت اچھی ہو رہی ہے۔ احباب کامل صحت کی دعا فرمائیں

ربوہ ۱۱ر دسمبر کل مورخہ ۱۰ر دسمبر کو جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے لائلپور میں مصری وزیر زراعت ڈاکٹر عبدالرزاق صدقی سے ملاقات کی اور انہیں قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ وزیر موصوف نے تحفہ کو قبول کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور خوشی کا اظہار کیا۔ وفد میں مکرم ملک غلام فرید صاحب، مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ، مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس اور مکرم صاحبزادہ ابوالعطاء صاحب جالندھری شامل تھے

ربوہ۔ مکرم خان صاحب فرزند علی خان صاحب کو عرصہ سے ہچکی کا حملہ ہونے کی وجہ سے بہت تکلیف ہے احباب دعائے صحت فرماویں

لاہور۔ مکرم مولوی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی ابھی تک علیل ہیں احباب انکی صحت کاملہ کیلئے بھی دعا فرمائیں۔

اخبار احمدیہ قادیان

بعد نماز عشاء مکرم بھائی محمود احمد صاحب نے اور مکرم مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری (برادر زادہ حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری) نے علی الترتیب ۱۰ر اور ۱۳ر دسمبر کو بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں ذکر حبیب پر تقریر فرمائی۔

۱۱ر دسمبر۔ مکرم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت چند روز کے لئے ربوہ تشریف لے گئے۔

۱۵ر دسمبر مکرم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر امور عامہ جلسہ سالانہ کے انتظامات کے تعلق میں بٹالہ اور امرتسر تشریف لے گئے۔

زائرین مندرجہ ذیل احباب قادیان میں تشریف لائے۔

(۱) ۱۱ر دسمبر میاں احمد دین صاحب ڈنگوی (برادر نسبتی بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی) (۲) ۱۲ر دسمبر عبدالحی صاحب از لاہور۔ (۳) ۱۴ر دسمبر مکرم سید احمد صاحب ناصر خلف حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ نیروبی (مشرقی افریقہ) سے (۴) ۱۵ر دسمبر مکرم نوابزادہ میاں عبدالرحمٰن خان صاحب (صحابی خلف حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ) مالیر کوٹلہ سے اور بشیر احمد حیات صاحب مع اہلیہ محترمہ ہیگاگاہ نیروبی (مشرقی افریقہ) (۵) شیخ سعید احمد صاحب مع اہلیہ محترمہ لاہور سے

مندرجہ ذیل احباب واپس تشریف لے گئے

(۱) ۱۱ر دسمبر مکرم بھائی محمود احمد صاحب قادیانی، محمد یحییٰ صاحب سرسادی، ملک نور رشید احمد صاحب (۲) ۱۲ر دسمبر فضل دین صاحب عبدالعزیز صاحب اور محمد اسلم صاحب (۳) ۱۴ر دسمبر مکرم مولوی قدرت اللہ صاحب مع اہلیہ محترمہ و عبدالحی صاحب دکھا برکت اللہ

[illegible]

(۱) معارف قرآن مجید

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تفسیر کبیر میں وَکَوَاعِبَ اَتْرَابًا کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ

"اس آیت میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ قوم میں حقیقی روح تبھی پیدا ہوتی ہے جب ایک حد تک ان میں خیالات کا اور جوش کا اور ہمت کا توازن قائم ہو کسی قوم میں اگر بعض لوگ بہت بڑے شاندار کارنامے سرانجام دینے والے ہوں اور باقی لوگ اس معیار کے نہ ہوں تو وہ قوم بڑی کامیابی حاصل نہیں کر سکتی۔ بڑی کامیابی کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ قوم کا عام معیار اخلاق ایک ہو۔ اگر قوم کا ایک فرد آسمان پر ہو تو وہ کبھی اپنی قوم کے لئے اتنا مفید ثابت نہیں ہو سکتا جتنے مفید وہ ساٹھ ستر فی صدی افراد ہو سکتے ہیں۔ جو مثلاً ایک ایک گز زمین سے اونچے ہوں۔ کیونکہ وہ گو آسمان والے کے مقابلہ میں بہت نیچے ہوں گے مگر سب کا معیار یکساں ہوگا۔ اگر دس افراد دو دو فٹ بھی اونچے ہوں تو وہ ان دس افراد سے زیادہ مفید ہوں گے جن میں سے ایک آسمان پر ہو اور نو زمین پر۔ پس کواعب اترابا میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ایسی برکتیں دے گا کہ جب وہ مقام معاذ میں پہنچیں گے۔ تو ان کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہوگی کہ ان کی عورتوں کا دینی معیار بھی اونچا ہو جائے گا۔ اور پھر وہ اس معیار میں ایک دوسری کے برابر ہوں گی۔ ان کی ترقی قومی ہوگی نہ کہ انفرادی چنانچہ اسلامی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو کثرت سے ایسی عورتوں کی مثالیں ملتی ہیں جنہوں نے جنہوں نے جنگوں میں بہت بڑی جرأت اور ہمت کا ثبوت دیا۔ مہاجرین اور انصار دونوں کی بیویوں میں ہمیں یہ شان نظر آتی ہے۔ کہ آج کل کے مرد بھی ان کے مقابلہ پر نیچے نظر آتے ہیں۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم جزو چہارم نصف اول)

(۲) کلام النبی صلعم

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھا تو آپ نے فرمایا۔ اے لڑکے میں تجھے چند باتیں سکھاتا ہوں دیکھ ہمیشہ اللہ کو یاد رکھ وہ تجھے یاد رکھے گا۔ اگر تو اللہ کو یاد رکھے گا تو اس کو ہمیشہ اپنا مددگار پاوے گا۔ پس دیکھ جب سوال کر تو اللہ سے سوال کر اور جب تو کسی کی نصرت کا خواہاں ہو تو اللہ سے طلب کر اور یقین رکھ کہ اگر ساری دنیا تجھے نفع پہنچانے پر کمر باندھے تو وہ تجھے نفع نہیں پہنچا سکتے۔ جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو۔ اور اگر ساری دنیا اتفاق کرے کہ تجھے نقصان پہنچائے۔ وہ کبھی تجھ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔

مومن آرام و آسائش کے وقت میں اللہ کو یاد رکھ تجھے کوئی تکلیف۔ نیا چیز ہے وہ کوئی دور نہیں کر سکتا سوائے اس کے اور جو تکلیف تجھ سے اللہ تعالیٰ دور کرنا چاہے وہ کسی طرح نہیں رہ سکتی۔ اور یقین رکھ اللہ کی مدد انسان کے صبر [illegible] ہو تو صبر میں گھبراہٹ

قادیان کی یادیں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

ہے رضائے ذات باری اب رضائے قادیاں — مدعائے حق تعالیٰ مدعائے قادیاں
وہ ہے خوش اعمال پر یہ طالب دیدار ہے — بادشاہوں سے بھی افضل ہے گدائے قادیاں
گر نہیں عرش معلّٰی سے یہ ٹکراتی تو پھر — سب جہاں میں گونجتی ہے کیوں صدائے قادیاں
دعوئ طاعت بھی ہوگا ادعائے پیار بھی — تم نہ دیکھو گے کہیں لیکن وفائے قادیاں
میرے پیارے دوستو تم دم نہ لینا جب تک — ساری دنیا میں نہ لہرائے لوائے قادیاں
بن کے سورج ہے چمکتا آسماں پر روز و شب — کیا عجب معجزنما ہے رہنمائے قادیاں
غیر کا افسوں اس پر چل نہیں سکتا کبھی — ہے اڑی ہو جس کا دل زلف دوتائے قادیاں
اے بتو اب جستجو اس کی ہے امید محال — لے چکا ہے دل مرا تو دلربائے قادیاں
یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب — پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیاں
خیال رہتا ہے ہمیشہ اس مقام پاک کا — سوتے سوتے بھی یہ کہہ اٹھتا ہوں ہائے قادیاں
آہ! کیسی خوش گھڑی ہوگی کہ بانیل مرام — باندھیں گے رخت سفر کو ہم برائے قادیاں
پہلی اینٹوں پر ہی رکھتے ہیں نئی اینٹیں ہمیش — ہے تبھی چرخ چہارم پر بنائے قادیاں
صبر کر اے ناقۂ راہ ہدیٰ ہمت نہ ہار — دور کر دیگی اندھیروں کو ضیائے قادیاں
ایشیا و یورپ و امریکہ و افریقہ سب — دیکھ ڈالے پر کہاں وہ رنگ ہائے قادیاں
منہ سے جو کچھ چاہے بن جائے کوئی پر حق یہ ہے — ہے بہار اللہ فقط حسن و بہائے قادیاں
گلشن احمد کے پھولوں کی اڑا لائی جو بو — زخم تازہ کر گئی باد صبائے قادیاں
جب کبھی تم کو ملے موقعہ دعائے خاص کا — یاد کر لینا ہمیں اہل وفائے قادیاں

التجائے قادیان

(از حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی)

سیدا! ہے آپ کو شوقِ لقائے قادیاں — ہجر میں خوں بار ہیں یاں چشم ہائے قادیاں
سب تڑپتے ہیں کہاں ہے زینتِ دارالاماں — رونقِ بستانِ احمدؐ دلربائے قادیاں
جان پڑ جاتی تھی جن سے وہ قدم ملتے نہیں — قالبِ بے روح سے ہیں کوچہ ہائے قادیاں
زلفِ مہ میں ستارے ماند کیسے پڑ گئے — ہے نرالا رنگ میں اپنے سماں قادیاں
وصل کے عادی سے گھڑیاں ہجر کی کٹتی نہیں — بارِ فرقت آپ کا کیونکر اٹھائے قادیاں
روح بھی باقی نہیں کچھ جسمِ قالب کے بغیر — ان کے منہ سے بھی نکل جاتا ہے ہائے قادیاں
ہو دفا کو ناز جس پر جب ملے ایسا مطاع — کیوں نہ ہو مشہورِ عالم پھر وفائے قادیاں
کیوں نہ تڑپا دے وہ دنیا کو اپنے سوز سے — درد میں ڈوبی نکلتی ہے صدائے قادیاں
اس گلِ رعنا کو جب گلزار میں پاتی نہیں — ڈھونڈنے جاتی ہے تب بادِ صبائے قادیاں
یاد جو ہر دم رہے اس کو دعائے خاص میں — کس طرح دیں گے بھلا اہلِ وفائے قادیاں
کشتئ دینِ محمدؐ جس نے کی تیرے سپرد — ہو تری کشتی کا حافظ وہ خدائے قادیاں
منتظر ہیں آئیں گے کب حضرتِ فضلِ عمر — سوئے راہ نگراں ہیں ہر دم دیدہ ہائے قادیاں
مانگتے ہیں سب دعا ہو کر سراپا آرزو — جلد شاہِ قادیاں تشریف لائے قادیاں
خمسینِ ملت جلد فارغ دورۂ مغرب سے ہو — مطلعِ مشرق سے پھیلائے ضیائے قادیاں
خیریت سے آپ کو اور ساتھ سب احباب کو — جامع المتفرقین جلدی سے لائے قادیاں
آئیں منصور و مظفر کامیاب و کامراں — قصرِ تثلیثی پہ گاڑ آئیں لوائے قادیاں
پیشوائی کے لئے نکلیں گھروں سے مرد و زن — یہ خبر سن کر کہ آئے پیشوائے قادیاں
ابرِ رحمت ہر طرف چھائے۔ چلے بادِ کرم — بارشِ انوار سے پُر ہو فضائے قادیاں
گلشنِ احمدؐ میں آ جائے بہار اندر بہار — دل لبھائے عندلیبِ خوش ادائے قادیاں
معرفت کے گل کھلیں تازہ بہ تازہ نو بہ نو — جن کی خوشبو سے مہک اٹھے ہوائے قادیاں
مانگتے ہیں ہم دعائیں آپ بھی مانگیں دعا — حق سنے اپنے کرم سے التجائے قادیاں
علم و توفیقِ بلاغِ دین ہو ان کو عطا — قادیاں والوں کا ناصر ہو خدائے قادیاں
راہِ حق میں جب قدم آگے بڑھا دے ایکبار — سر بھی کٹ جائے نہ پھر پیچھے ہٹائے قادیاں

خالقِ ہر دو جہاں کی رحمتیں ہوں آپ پر
والسلام اے شاہِ دیں اے رہنمائے قادیاں

شانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

ماخوذ از ملفوظات حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ظاہر ہے کہ انسان کی پاک فطرت اور پرمانظراولی ہونے کے لئے یہ بھی ایک پیمانہ ہے کہ بنی نوع کی ہمدردی کے بارہ میں اس کی ہمت ایسی عالی اور اس کی خیر خواہی ایسی اتم اور اکمل ہو کہ کوئی فرد انسانی اور کوئی قوم اس کے نیک ارادوں سے باہر نہ رہ سکے۔ ایسا شخص درحقیقت خدا کا کامل مظہر اور کامل خلیفہ ہوتا ہے جس کی بنی نوع کے لئے ہمدردی تمام انسانی فردوں پر محیط ہوتی ہے۔ اور ایسی کامل ہوتی ہے۔ جو خدا کی ربوبیت اور رحیمیت کے دونوں بدوش ملتی ہے۔ سو اس عظیم الشان صفت کی۔ جب ہم حضرت مسیح میں تلاش کرتے ہیں۔ تو چاروں انجیلوں کی تمام ورق گردانی کر کے صرف ہمیں یہ بات ملتی ہے کہ وہ بجز بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا (متی ۲۴:۱۵) لیکن قرآن اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام نوع انسان کی اصلاح کے لئے اپنے تئیں پیش کیا ہے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا قل یا ایها الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ یعنی کہہ دے کہ میں تمام انسانوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اور ہم نے تمام عالموں کے لئے تجھے ایک رحمت مجسم بنا کر بھیجا ہے۔ اب دیکھو کہ دعوت کے امر میں محمدی ہمت نے زمین کا کوئی ایسا کنارا چھوڑنا نہیں چاہا۔ جس میں کوئی فرد انسانوں کا موجود ہو۔ بلکہ تمام انس و جن کو ہدایت کے لئے بلایا ہے اور کسی سے بخل نہیں کیا۔ (صفحہ ۹۷ و ۹۸ - ریویو جلد اول)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں صفت رحمت عامہ موجود تھی۔ اور وہ تمام لیاقتیں آپ کے نفس نفیس میں جمع تھیں۔ جو دنیا کی تمام مختلف قوموں کو دعوت حق کرنے کے لئے ایک کامل مصلح میں ہونی چاہئیں۔ مگر حضرت مسیح کی فطرت میں نہ رحمت عامہ اور نہ باقی یہ تمام صفات موجود تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح کی ہمت اپنی قوم کے بیش نظر کفارہ سے یعنی یہود سے آگے نہ بڑھ سکی۔ کیونکہ ان کی فطرت میں آگے بڑھنے کے قویٰ موجود نہ تھے لاچار انہوں نے ایک تھوڑے سے اور مختصر کام پر ہی اپنی نبوت کو ختم کر دیا۔ کہ میں صرف یعقوب کی اولاد۔ اور اپنے جد اکرم کے لئے پیغام دعوت لے کر آیا ہوں۔ اور دنیا کی قوموں سے مجھے کچھ کام نہیں۔ لیکن محمدی ہمت۔ اور فطرت جو نکہ تمام انسانی روحوں سے ہمدردی کا تعلق رکھتی تھی۔ اور آنجناب کی روح تھی۔ جس سے تمام روحیں فیضیاب ہونے کیلئے پیدا کی گئی تھیں۔ لہٰذا اس عالی ہمت نے اس پر اکتفا نہ کیا۔ کہ وہ صرف قریش تک ہی اپنی رسالت کو محدود رکھتے۔ یا محض عرب تک ہی اپنی دعوت کا انحصار کرتے۔ بلکہ تمام نوع انسان کو دین اسلام کی طرف بلایا اور یہ ثابت کر دیا کہ اس پاک اسلام کو کامل فطرت کو یہ جوش دیا گیا ہے۔ کہ ہر ایک جو زمین پر بستے والا ہے۔ خواہ نوع۔

خطبہ جمعہ

اس وقت خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ اسلام کو زندہ کرے پس تم اپنا وجود اس قسم کا بناؤ کہ اس کے ذریعہ اسلام زندہ ہو

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۲ نومبر ۱۹۵۴ء بمقام ربوہ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

گذشتہ تین خطبات میں میں نے جماعت کو ان خرابیوں کے متعلق جو ہمارے ملک میں پیدا ہو رہی ہیں -

دعاؤں کی تحریک

کی تھی - آج میں اس بات کی تحریک کرتا ہوں کہ علاوہ ان فسادات اور فتنوں کے جو ہمارے ملک میں پیدا ہو رہے ہیں یا جن کے پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ جماعت کو جو وقتی حالات پیش آ رہے ہیں یا مستقبل قریب اور بعید میں آنے والے ہیں ان کے متعلق بھی دوستوں کو خصوصیت کے ساتھ دعائیں کرنی چاہئیں -

میں دیکھتا ہوں

کہ جوں جوں جماعت بڑھتی جاتی ہے - اس کے ساتھ ساتھ اس میں کئی خرابیاں بھی پیدا ہوتی جاتی ہیں - پہلی خرابی تو یہ ہے کہ جماعت کی ترقی کو دیکھ کر دوسرے لوگوں میں حسد پیدا ہوتا ہے اور وہ مختلف ذرائع سے نظام کو توڑنے جماعت میں پراگندگی پیدا کرنے، دشمن کو مخالفت پر آمادہ کرنے اور حکومت کو اس کے خلاف بھڑکانے پر لگ جاتے ہیں - چونکہ یہ سارا کام انسانوں کے ساتھ وابستہ ہے - اور انسان بسا اوقات غلطی بھی کر جاتا ہے - اور ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں نہیں ہوتے - انہیں غلطی لگ جانے کا زیادہ امکان ہوتا ہے - اس لئے اس قسم کی باتیں بعض اوقات

سلسلہ کیلئے مشکلات

پیدا کرنے اور اس کی ترقی میں روکاوٹ حائل کرنے کا موجب بن جاتی ہیں - گذشتہ تین چار سال سے جماعت کے خلاف ایک خاص طور پر محاذ قائم کیا گیا ہے - اور مخالفین نے جتھہ بندی کر کے اور اپنے آپ کو متحد کر کے اس کو مٹانے کی پوری کوشش کی ہے - لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کئے ہیں - کہ وہ فتنہ باوجود اس کے کہ انتہائی حد تک پہنچ چکا تھا اور لوگ امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ یہ سلسلہ اب جلد ختم ہو جائے گا بجائے اس کے کہ سلسلہ کو ختم کرنے کا موجب ہوتا فتنہ برپا کرنے والے

خود ہی ختم ہو گئے

اور یہ چیز بہت سے ایسے لوگوں کے لئے جن کی آنکھیں ہیں جو کہ کھلی ہیں - اور جو عبرت حاصل کرنے والے ہیں - عبرت اور نصیحت اور حفاظت کا موجب بنی - مگر انسان ان باتوں سے بہت کم فائدہ اٹھاتا ہے - وہ بار بار اپنی طاقتوں اور قوتوں کی طرف دیکھنے لگ جاتا ہے - اور خدا تعالیٰ کی قوتوں پر نظر نہیں دوڑاتا - خدا تعالیٰ کی طاقت اور قوت مخفی ہوتی ہے اور اگر وہ ظاہر بھی ہوتی ہے - تو وقفہ وقفہ پر ہوتی ہے - وہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ طور سینا پر ظاہر ہوئی - تو سینکڑوں سال کے بعد حضرت داؤد اور سلیمان علیہم السلام کے ذریعہ ظاہر ہوئی - پھر سینکڑوں سال بعد ان نبیوں کے ذریعہ ظاہر ہوئی جو یہود کی

تباہی کے وقت بابل میں ظاہر ہوئے - جیسے حزقیل اور دانیال اور یسعیاہ اور یرمیاہ وغیرہم - پھر کئی صدیوں کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کے ذریعہ ظاہر ہوئی - اور آپ کے سینکڑوں سال بعد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ظاہر ہوئی -

غرض

اس قسم کی تجلیات

وقفہ وقفہ کے بعد ہوتی ہیں - اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ تجلیات ہر نبی - ہر مامور اور خدا تعالیٰ کے ہر پیارے اور زیر حفاظت انسان کے زمانہ میں ہوتی ہیں لیکن ہوتی وقفہ وقفہ پر ہیں - ہر وقت نہیں ہوتیں - جو تجلیات ہر وقت ہوتی ہیں - وہ مخفی ہوتی ہیں - جیسے کہتے ہیں - خدا کی لاٹھی کسی نے دیکھی نہیں - لیکن اس کی مار سخت ہوتی ہے - اس سے عام قسم کی تجلیات ہی مراد ہیں - جن میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اتنا مخفی ہوتا ہے - کہ وہ انسان کو نظر نہیں آتا - لیکن جو تجلیات نظر آتی ہیں - وہ ہمیشہ وقفہ وقفہ کے بعد ہوتی ہیں

عام حالات میں

خدا تعالیٰ انسان کو موقع دیتا ہے - کہ وہ سوچ اور فکر کے ساتھ انہیں پہچان لے لیکن چونکہ نظر آنے والے نشانات وقفہ وقفہ کے بعد آتے ہیں - اس لئے لوگ انہیں بھول جاتے ہیں اور سمجھنے لگ جاتے ہیں - کہ ہم وہی کچھ کریں گے جو ہماری مرضی ہو گی - ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہوتی ہے - جیسے شکاری جال بچھاتا ہے اور اس کے نیچے دانے بکھیرتا ہے - جانور آتے ہیں - اور دانے چگتے ہیں - ان پر بعض جانور پھنس جاتے ہیں - اور بعض اُڑ جاتے ہیں - اس کے بعد جانور دوبارہ آتے ہیں - اور پھر کچھ پھنس جاتے ہیں اور کچھ اُڑ جاتے ہیں - اس کی وجہ یہی ہوتی ہے - کہ جال اس طرز پر بنا ہوا ہوتا ہے - کہ وہ ایک حد تک نظر نہیں آتی - اس لئے جانور دھوکا کھا جاتے ہیں - اور بار بار آ کر اس میں پھنس جاتے ہیں - اسی طرح خدا تعالیٰ کے

نظر آنے والے نشانات

کا حال ہوتا ہے - لوگ نشان بھی دیکھتے ہیں - ماریں بھی کھاتے ہیں - اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اسے بھول بھی جاتے ہیں - لیکن جو نشان ہر وقت ظاہر ہو رہا ہے - جیسے صبح ہوتی ہے - شام ہوتی ہے - روزانہ سورج نکلتا ہے اور غروب ہوتا ہے - چاند چڑھتا ہے اور اترتا ہے - بچے پیدا ہو رہے ہیں - بیماریاں آ رہی ہیں - صحت کے اسباب پیدا ہو رہے ہیں

ان چیزوں میں انسان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو انہیں ہم نے خود پیدا کیا ہے - اور یا یہ اتفاقی طور پر پیدا ہو گئی ہیں - اس لئے لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے

قرآن کریم میں

بھی آتا ہے کہ بعض جاہل شرارت میں اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں - کہ سب چیزیں انہوں نے اپنے علم سے حاصل کی ہیں -

پہلا درجہ غفلت کا

یہ ہوتا ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں آپ ہی پیدا ہو گئی ہیں - اور دوسرا درجہ جہالت کا یہ ہے کہ انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کائنات کا کرتا دھرتا میں ہی ہوں - وہ خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے - وہ بھول جاتا ہے کہ گندھک خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہے وہ بھول جاتا ہے کہ سنکھیا خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ بھول جاتا ہے کہ پارہ خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ میں نے آتشک کا ٹیکا ایجاد کیا ہے - حالانکہ وہ ٹیکہ بعض چیزوں کے مرکب ہیں - اور وہ چیزیں خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہیں - پھر تار کول ہے - تار کول خدا تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے - اور اس سے عام استعمال میں آنے والی آدھی سے زیادہ دوائیں بنتی ہیں - لیکن انسان بڑے غرور سے کہتا ہے یہ دوا میں نے ایجاد کی ہے - یہ فلاں نے ایجاد کی ہے - اور وہ بالکل بھول جاتا ہے کہ جن چیزوں سے اس نے یہ دوا بنائی ہے - وہ خدا تعالیٰ کی ہی

پیدا کردہ ہیں

پس ایک زمانہ جہالت کا ایسا آتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں کو اتفاق کی طرف منسوب کرتا ہے - وہ خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور پھر ایک ایسا زمانہ آتا ہے - کہ وہ ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کرنے لگ جاتا ہے - پھر علم کا زمانہ آتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ سب چیزیں خدا تعالیٰ نے بنائی ہیں - پھر اس سے آگے ایک اور زمانہ آتا ہے - جب انسان خدا تعالیٰ کے ہاتھ کو ہر چیز میں حرکت کرتا دیکھتا ہے - اور اسے نظر آ رہا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اُسے بنا رہا ہے -

غرض میں دیکھتا ہوں - کہ

شرارت کی تاریں

پھر ہلائی جا رہی ہیں - تم نے پہلے بھی دیکھا ہے کہ جو کچھ ہوا تمہاری کسی کارروائی کے نتیجہ میں نہیں ہوا - محض خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے ہوا تھا - اور آئندہ بھی جو کچھ ہو گا - اس کی مدد اور نصرت سے ہی

ہو گا - ضرورت اس بات کی ہے کہ تم اپنے وجود کو خدا تعالیٰ کے لئے ضروری بنا لیں - مثلاً اس وقت خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ اسلام کو زندہ کرے - پس تم اپنا وجود اس قسم کا بناؤ کہ جو اسی کے ذریعہ اسلام زندہ ہو -

جنگ بدر کے موقع پر

مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی - اور دشمن کی تعداد ان سے کئی گنا زیادہ تھی - پھر اسلامی لشکر کے سپاہی آزمودہ کار نہیں تھے - اور دشمن کے تمام سپاہی آزمودہ کار تھے - پھر اسلامی لشکر کے پاس سامان حرب بھی بہت کم تھا - دشمن کے پاس سامان حرب وافر مقدار میں تھا - پھر اردگرد کے علاقہ کے رہنے والے دشمن کے ہم مذہب تھے - اگر صحابہؓ کے قدم اکھڑ جاتے - اور وہ پناہ لینے کے لئے اردگرد کے علاقہ میں جاتے - تو اس کے رہنے والوں نے انہیں مار مار کر ختم کر دینا تھا - ان کا تو ان کا بچنا ہی مشکل تھا - لیکن اگر وہ دشمن کے لشکر سے بچ جاتے تو اردگرد کے علاقہ کے لوگوں نے ختم کر دینا تھا - دشمن کے لشکر کے لئے زیادہ سہولت تھی - اس کے پاس سامان زیادہ تھا - انہوں نے جس جگہ پر قبضہ کیا تھا - وہ بھی مسلمانوں کی نسبت زیادہ اچھی تھی - پھر اگر انہیں شکست بھی ہوتی - تو اردگرد کے علاقہ کے بسنے والے ان کے دوست اور ہم مذہب تھے - گویا اول تو فتح یقینی تھی - اور پھر

شکست کی صورت میں

ان کے بچاؤ اور بھاگنے کے سامان بھی تھے - اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جذبہ کو مدنظر رکھ کر دعا کی - کہ اے خدا ہم کمزور اور ناتوان ہیں اور دشمن طاقتور ہے - لیکن اے خدا اگر یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہو گئی - تو لن تعبد فی الارض ابدا - اس زمین میں تیری عبادت کوئی نہیں کرے گا - رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فقرہ اس لئے استعمال کیا تھا - کہ اس چھوٹی سی جماعت نے یہ ثابت کر دیا تھا - کہ زمین پر خدا کی عبادت صرف انہی کے ذریعہ قائم ہے - اگر واقعہ میں وہ تھوڑے سے افراد خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والے نہ ہوتے - تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ کہا تھا - کہ

لن تعبد فی الارض ابدا

تو خدا تعالیٰ کہتا - یہ بات درست نہیں ان سے بہتر عبادت کرنے والے موجود ہیں - لیکن خدا تعالیٰ نے انہیں ایسا نہیں کیا - دوسرے لفظوں میں خدا تعالیٰ نے مان لیا - کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل درست ہے - اگر یہ چھوٹا سا گروہ مارا گیا - تو میری عبادت اس زمین پر نہیں ہو گی - اب یہ ایک ذریعہ تھا - خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت حاصل کرنے کا تم بھی اپنے وجودوں کو خدا تعالیٰ کے دین کے احیاء کا ذریعہ بناؤ - اگر تم ایسا کرو - تو چونکہ خدا تعالیٰ اس آیت

دین کا احیا ہوجاتا ہے۔ اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی تمہیں مار سکے۔ لیکن

میں دیکھ رہا ہوں

کہ دن بدن جماعت ترقی کر رہی ہے۔ افراد میں دنیوی خیالات آرہے ہیں۔ اور وہ دنیوی کاموں کو دین کے کاموں پر مقدم کررہے ہیں کسی کو بڑا عہدہ مل جاتا ہے۔ تو اس کی بیوی پردہ اتار دیتی ہے۔ ذرا اور اوپر چلے جاتے ہیں۔ تو بعض دوسری خرابیاں بھی پیدا ہوجاتی ہیں۔ اگر تم دوسرے لوگوں کی طرح اس رو میں بہہ جاؤ۔ اور تم میں خرابیاں پیدا ہوجائیں تو خدا تعالےٰ کو کیا ضرورت ہے۔ کہ وہ تمہیں بچائے تمہاری ضرورت اسے تبھی ہوگی۔ جب تم

دین کی خدمت اس طریق سے کرو

کہ باوجود اس کے کہ تم کمزور ہو۔ خدا تعالےٰ یہ محسوس کرے۔ کہ تمہارا بچانا ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم میں کسی قسم کی کمزوری نہیں ہونی چاہیئے۔ اب تک کوئی جماعت ایسی پیدا نہیں ہوئی۔ جس میں کمزوریاں اور نقائص نہ ہوں لیکن میں یہ ضرور کہوں گا۔ کہ انسان ایک وقت ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ اس کی غیرت اسے ہمیشہ دین کی طرف لے جاتی ہے۔ اور یہ مومن کی علامت ہے۔ اس کے مقابل میں کوئی انسان ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ وہ لالچ میں آکر دین کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور یہ کفر کی علامت ہوتی ہے۔ بہرحال کمزوریوں کے باوجود ایک سچا مومن ایسے مقام پر کھڑا ہوتا ہے کہ دنیا کے عہدے اور اس کی عظمت اور شان اس کے سامنے بالکل ہیچ ہوجاتی ہے۔ بے شک اس سے آگے بھی کمال کے درجے ہیں۔ لیکن

بشاشت ایمان

کی یہ علامت ہے کہ جب کوئی انسان یہ دیکھ لیتا ہو۔ کہ اب دین بدنام ہو رہا ہے۔ اور اس کے لئے اس کی قربانی کی ضرورت ہے۔ تو وہ ہر قسم کی قربانی کرکے دین کی عزت کے لئے اپنے آپ کو پیش کردے۔ اس وقت اسلام پر ایک نازک وقت ہے۔ اور اسے اچھے کارکنوں کی سخت ضرورت ہے۔ اگر ہماری جماعت میں اس کی خاطر قربانی کا جذبہ پیدا نہ ہو۔ تو اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ انہیں بشاشت ایمان حاصل نہیں۔

یہ بھی یاد رکھو

کہ ہر انسان اپنے اپنے ذوق کے مطابق کام کیا کرتا ہے۔ جو شخص ایمان سے کورا ہوتا ہے وہ فتنہ و فساد کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ اور گالیوں پر اتر آتا ہے لیکن جس شخص میں ایمان ہوتا ہے۔ وہ اپنے جذبات کو اپنے قابو میں رکھتا ہے۔ اور فساد اور فتنہ پر نہیں اتر آتا۔ پس تم صرف یہ نہ دیکھو۔ کہ تمہارا دشمن کیا کہتا ہے۔ بلکہ یہ بھی دیکھو۔ کہ خدا تعالےٰ نے تمہیں کس مقام کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگر دشمن تمہیں اشتعال دلاتا ہے۔ تو تم اپنے جذبات کو قابو میں رکھو۔ اور اسے اس طرح جواب دو۔ کہ اگر اسے فائدہ نہ پہنچے۔ تو کم از کم دوسرے ساتھ بیٹھنے والے

لوگوں کو فائدہ پہنچ جائے۔ اور وہ دشمن کے عمل اور تمہارے عمل میں فرق کرسکیں۔ اگر تم میں اور تمہارے دشمن میں دوسرا شخص امتیاز نہیں کرسکتا تو تم میں اور اس میں کوئی فرق نہیں۔ اگر تمہارے ساتھ بیٹھنے والے دو تمہاری بات سننے والے لوگ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمن کے درمیان فرق کریں۔ تو تم اللہ تعالےٰ کے فضل کے امیدوار ہوسکتے ہو۔ مجھے یاد ہے کہ خلافت کا جھگڑا شروع ہونے سے پہلے میں نے ایک دفعہ

رؤیا دیکھا

کہ کوئی بہت بڑا اور اہم کام میرے سپرد کیا گیا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے راستہ میں بہت سی مشکلات حائل ہوں گی۔ میں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر جانا چاہتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ کا ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے نصیحت کی۔ کہ یہ رستہ بڑا خطرناک ہے۔ اس میں بڑے مصائب اور ڈراؤنے نظارے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس سے متاثر ہوجاؤ۔ اور منزل مقصود پر پہنچنے سے رہ جاؤ۔ تم جب ہماری جنگلوں۔ پہاڑوں اور وادیوں سے گذرو گے تو مختلف قسم کے بھوت اور بلائیں تمہیں ڈرائیں گی۔ کہیں صرف آوازیں ہی آوازیں ہوں گی۔ شکلیں نہیں ہوں گی۔ کہیں صرف شکلیں ہوں گی۔ اور وہ ادھر ادھر حرکتیں کر رہی ہوں گی کہیں خالی دھڑ حرکت کرتے نظر آئیں گے۔ کہیں صرف سر جو دھڑوں سے کٹے ہوئے ہوں گے ہوا میں معلق تمہارے سامنے آئیں گے اور تمہیں ڈرائیں گے۔ تم اس طرف متوجہ نہ ہونا اور سیدھے چلتے جانا۔ اور یہی کہتے جانا۔ کہ "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ"

"خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ"

چنانچہ جب میں روانہ ہوا۔ اور جنگلوں میں سے گذرا تو کبھی چیتے سامنے آجاتے اور مجھے ڈراتے۔ کہیں شیر دکھائی دیتے۔ اور وہ انسانوں کی طرح باتیں کرتے۔ اور مجھے گالیاں دیتے۔ کہیں دھڑ بغیر سر کے اور کہیں خالی سر بغیر دھڑ کے نظر آتے اور میری توجہ دوسری طرف پھرانے کی کوشش کرتے لیکن میں

فرشتہ کی نصیحت

پر عمل کرتا چلا گیا۔ اور جب میں "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کہتا تو وہ چیزیں غائب ہوجاتیں یہاں تک کہ میں نے سارا رستہ طے کرلیا۔ اور اپنی منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ جہاں میں خدا تعالےٰ کے سامنے حاضر ہوا اور اسے میں نے اپنے سفر کی رپورٹ پیش کی۔ (الفضل ۱۷ اپریل ۱۹۳۰ء ۲۶ ستمبر ۱۹۳۲ء ۱۸ نومبر ۱۹۳۲ء ۲۵ دسمبر ۱۹۳۹ء میں بھی اس رؤیا کا مفصل ذکر آتا ہے)

قرآن کریم میں بھی

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

ھو الاول والآخر۔ اللہ تعالےٰ ہی انسان کو کام پر لگاتا ہے۔ اور وہی اس کے خاتمہ پر اس سے حساب لیتا ہے۔ پس جب انسان یہ مدنظر رکھے کہ خدا تعالےٰ نے ہی اسے کام پر لگایا ہے۔ اور وہی اس سے آخر میں حساب لے گا۔ تو اسے اس قسم کا غصہ نہیں آیا کرتا۔ جس قسم کا غصہ ایک جاہل اور بے دین انسان کو آیا کرتا ہے۔ ایک جاہل اور بے دین انسان جھوٹ بول کر لوگوں کو اکساتا ہے اور ہزاروں لوگ اس پر یقین کرلیتے ہیں لیکن ایک مومن سمجھتا ہے۔ کہ یہ کام خدا تعالےٰ کا ہے اس نے مجھ سے حساب لینا ہے۔ اس لئے مجھے اس کی خاطر جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر خدا تعالےٰ کے دین کو کوئی نقصان پہنچتا ہے۔ اور میں جھوٹ بول کر اسے بچانا چاہتا ہوں۔ تو یہ میری اپنی

کمزوری کی علامت ہے

ورنہ خدا تعالےٰ کا دین اس سے بالا ہے۔ کہ اس کے لئے جھوٹ اور فریب اور دھوکے بازی سے کام لیا جائے۔ ہر شخص جو کسی چیز کو بچانا چاہتا ہے۔ وہ اس کی خاطر ایسے ذرائع تجویز کرتا ہے۔ جو اس کے مناسب حال ہوں۔ جو شخص غلیظ ہوتا ہے اس کا کام بھی غلیظ ہوتا ہے۔ جو شخص ادیب ہوتا ہے اس کے منہ سے بھی

اعلیٰ کلمات

جاری ہوتے ہیں۔ اور جو شخص جاہل ہوتا ہے۔ اس کے منہ سے جہالت کے کلمات نکلتے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ

ایک تعلیم

دے۔ اور پھر انسان کو مجبور کرے۔ کہ وہ دین کی تائید کے لئے اس تعلیم کے خلاف چلے۔ تاکہ اس کا مقصد پورا ہو۔ یقیناً اس نے اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے جو ذرائع مقرر کئے ہیں۔ وہی صحیح ہیں اور ہر انسان کا فرض ہے کہ ان ذرائع کو کسی حالت میں بھی ترک نہ کرے۔

بس

مخالفت کا علاج

یہی ہوتا ہے۔ کہ انسان خدا تعالےٰ کے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے چلتا چلا جائے۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جن چیزوں کا جواب دینا ضروری ہو ان کا جواب شریفانہ طور پر دینا چاہیئے۔ تا ہر غیر جانبدار شخص کہہ سکے۔ کہ جواب دینے والے نے شریفانہ راستہ اختیار کیا ہے۔ اگر تم ایسا کروگے (تمہاری فتح جلد آجائے گی۔ تم جس مقصد کے لئے کھڑے ہوئے ہو۔ وہ خدا تعالےٰ کا مقصد ہے۔ اگر تم اس کے لئے صحیح طور پر کوشش کرو۔ تو بے وقوف سے بے وقوف آدمی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ خدا تعالےٰ تمہارے کام میں روک ڈالے گا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ میں ایک معمار کو جاؤں اور اسے کہوں۔ یہ عمارت جلدی بنادو۔ اور پھر خود ہی اینٹ اور دوسری چیزیں باہر پھینکنا شروع کردوں اگر میں ایسا کروں گا۔ تو اپنا ہی نقصان کروں گا۔ اسی طرح جب خدا تعالےٰ نے ہمیں اپنے کام کے لئے کھڑا کیا ہے۔ تو اگر ہم شرافت اور اخلاص سے کام کریں گے۔ تو وہ ہمارے کام میں روک نہیں ڈالے گا۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے۔ کہ تم اپنے نفوس کو درست کرو۔ اور اپنے آپ کو

دین کی خدمت میں لگادو

تبھی تم اس سے اجر کے امیدوار ہوسکتے ہو۔ اگر ایک معمار عمارت بنانے کی بجائے سارا دن کبڈی کھیلتا رہے اور شام کو مالک سے اجرت کا مطالبہ کرے۔ تو مالک اسے کچھ بھی نہیں دے گا ہاں اگر وہ شام تک عمارت بناتا رہے گا تو وہ اجرت کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح اگر تم خدا تعالےٰ کا کام کروگے۔ تو تم خدا تعالےٰ کے انعام کے مستحق بنوگے۔ اور اگر دنیا کی طرف جھک جاؤگے۔ اور خدا تعالےٰ کے کام سے منہ پھیر لوگے۔ تو جو جیسا سلوک دوسرے لوگوں سے کرے گا ویسا ہی وہ تم سے بھی کرے گا۔

(الفضل مورخہ ۸ رفتح ۱۳۳۲ ہش)

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی افتتاحی تقریب میں طلباء سے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کا پر معارف خطاب

ربوہ ۷ دسمبر۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کل تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی نو تعمیر شدہ عمارت کا افتتاح کرتے ہوئے نوجوان طلباء کو اپنے اپنے فرقے اور مسلک کے مطابق اسلام کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے اور اس طرح اپنی زندگیوں کو اسلامی ضابطۂ اخلاق کے مطابق گزارنے کی نصیحت فرمائی۔ حضور نے فرمایا کہ اگر تم اپنے اپنے مسلک کے مطابق اسلام کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر اپنے عمل کو قول کے مطابق بناؤ گے۔ تو پھر یقیناً سیرۃ و کردار کے اعتبار سے تم میں وہ اوصاف پیدا ہو جائیں گے۔ کہ جو تمہارے روشن مستقبل کی ضمانت ہوں گے۔ اور تم صحیح معنوں میں قوم کے معمار کہلا سکو گے۔

اس ضمن میں حضور نے قول اور فعل کی مطابقت پر زور دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ تمام خرابی کی جڑ یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو ایک مذہب کا پیرو تو ظاہر کرتا ہے لیکن اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ اگر ہر شخص اپنے عمل کو اپنے مسلک کے مطابق بنا لے۔ اور اس طرح اپنی روزمرہ کی زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی پیدا کرے۔ تو پھر یہ نا ممکن ہے کہ دنیا میں سلامت روی اور امن کی راہ ہموار نہ ہو۔ مثال کے طور پر حضور نے بتایا کہ اسلام کے مختلف فرقوں کے درمیان عقائد کی باریکیوں میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن اپنے اعمال کو اسلامی بنانے کے بارے میں اختلاف کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جہاں تک عمل کا تعلق ہے ہر مسلک کا پیرو۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کی اہمیت تسلیم کرتا ہے۔ اسی طرح سچ بولنا، دیانتداری سے کام لینا۔ ہر معاملے میں عدل کو ہاتھ سے نہ جانے دینا وغیرہ وہ امور ہیں۔ کہ مختلف مسلکوں کا پیرو ہونے کے باوجود کوئی شخص بھی انہیں قابل اعتراض نہیں ٹھہرا سکتا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ تعلیم الاسلام کالج میں پڑھنے والے طلباء، خواہ دینی اعتبار سے کسی بھی مسلک کے قائل کیوں نہ ہوں اس نام کی لاج نہ رکھیں۔ ان کا تو بدرجہ اولیٰ یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے طریق کے مطابق اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دنیا کے سامنے سلامت روی اور حسن اخلاق کا ایسا نمونہ پیش کریں۔ اور کرتے چلے جائیں۔ کہ جو بالآخر قومی کردار کی کایا پلٹ کر رکھ دے۔

تعلیم الاسلام کالج کی یہ عظیم الشان نئی عمارت جس کا افتتاح کل حضور نے فرمایا۔ ابھی زیر تکمیل ہے۔ لیکن اس کی وسعت، دیدہ زیبی اور جدید ڈیزائن صاف اس بات کا پتہ دے رہے ہیں۔ کہ انشاء اللہ پایۂ تکمیل کو پہنچنے کے بعد اس کا شمار مغربی پاکستان کے کالجوں کی بہترین عمارتوں میں سے ہوگا۔

حضور کی تشریف آوری

کل صبح دس بجے جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ افتتاحی رسم ادا فرمانے کے لئے تشریف لائے تو کالج کے پرنسپل مکرم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے (آکسن) نے آگے بڑھ کر حضور کا استقبال کیا۔ اور تمام ممبران اسٹاف کو جو خیر مقدم کی سعادت حاصل کرنے کیلئے وہاں صف بستہ استادہ تھے حضور کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے ان میں سے ہر ایک کا تعارف کرایا۔ بعدہ حضور عمارت کے صدر دروازے کے سامنے ممبران سٹاف کے درمیان کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ اور ایک گروپ فوٹو لیا گیا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد حضور مکرم پرنسپل صاحب اور مختلف شعبہ جات کے انچارج پروفیسر صاحبان کے ہمراہ کالج کی عمارت میں تشریف لے گئے۔ اور ہر شعبہ کا معائنہ فرمایا۔ حضور نے اس معائنے میں تعلیمی سہولتوں اور سامان وغیرہ کا جائزہ لیا اور اس کے متعلق مکرم پرنسپل صاحب کو ضروری ہدایات دیں۔

افتتاحی تقریب

اس کے بعد حضور کالج کے وسیع احاطہ میں نصب شدہ اس آراستہ کئے ہوئے شامیانے میں تشریف لائے۔ جہاں سینکڑوں کی تعداد میں معزز مہمان اور کالج کے طلباء حضور کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ ان میں صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے ناظر اور وکلاء صاحبان، جامعہ احمدیہ، جامعۃ المبشرین، جامعہ نصرت اور تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے ممبران اسٹاف اور بعض دیگر جماعت کے انچارج صاحبان شامل تھے۔ نیز گورنمنٹ کالج سرگودھا اور اسلامیہ کالج چنیوٹ کے بعض ممبران اسٹاف اور پرنسپل صاحبان بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔

اسٹیج پر حضور کے رونق افروز ہونے کے بعد عبدالحمید صاحب متعلم سیکنڈ ایئر نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ بعدہ اسلم صابر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک نظم خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ پھر پروفیسر نصیر احمد خان صاحب نے کالج کے افتتاح سے متعلق اپنا تازہ کلام پیش کیا۔

صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی تقریر

اس موقعہ پر صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل نے ایک مختصر سی تقریر میں ان تمام مراحل پر روشنی ڈالی کہ جن میں سے گزر کر کالج اپنی موجودہ حالت کو پہنچا ہے۔ آپ نے ۱۹۴۴ء میں حضور کے ارشاد کے ماتحت قادیان میں کالج کے قیام، اس کی ہجرت، لاہور میں دوبارہ اجراء اور پھر ربوہ کے پاک ماحول میں منتقل ہونے سے متعلق تمام حالات بیان کرنے کے بعد اس امر پر زور دیا کہ یہ علاقہ جس میں ربوہ واقع ہے۔ اور جہاں اب حضور کے حکم کے تحت تعلیم الاسلام کالج منتقل ہوا ہے تعلیمی لحاظ سے پسماندہ ترین علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔ اب اس علاقے کے ہونہار بچے اس سرچشمۂ علوم سے فیضیاب ہو سکیں گے۔ کیونکہ اگرچہ اس ادارے کے اخراجات کا سب بوجھ جماعت احمدیہ کے کندھوں پر ہے۔ لیکن اس کے دروازے ہر مذہب اور ہر فرقے کے سعید اور ہونہار بچوں کے لئے کھلے ہیں۔ آپ نے امید ظاہر کی کہ علاقے کے لوگ اس تعلیمی ادارے سے جو نعمت عظمیٰ سے کم نہیں ہے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

طلباء سے حضور ایدہ اللہ کا خطاب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ جیسا کہ تعلیم الاسلام کالج کے نام سے ظاہر ہے۔ اس کے بانیوں کی غرض یہ تھی کہ اس کالج میں طلباء دنیوی علوم کے ساتھ ساتھ قرآن کے بیان کردہ علوم بھی حاصل کریں۔ کیونکہ قرآن خود قوانین کا مؤید ہے۔ اور بار بار ان کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اس ضمن میں حضور نے اس امر کو بھی واضح فرمایا۔ کہ بعض لوگ نادانی سے یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید قرآن کریم دوسرے علوم کے پڑھنے سے روکتا ہے۔ حالانکہ وہ روکتا نہیں بلکہ ان کے حصول کی ترغیب دلاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو غلطی یہ لگتی ہے کہ وہ اسلام کے معنی صرف نماز روزے کے لیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ خدا نے ہی دین بنایا ہے۔ اور اسی نے ہی قانون قدرت بنایا ہے۔ ان میں سے ایک اس کا قول ہے تو دوسرا اس کے فعل کا درجہ رکھتا ہے۔ ہم دونوں میں سے کسی ایک کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

قانون قدرت اور قانون شریعت کی تشریح

اس امر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قانون قدرت اور شریعت میں تضاد ہے انہیں سوچنا چاہیئے۔ کہ اس سے تو نعوذ باللہ خدا پر یہ اعتراض وارد ہوگا۔ کہ وہ بندوں کو تو لم تقولون ما لا تفعلون کی تلقین کرتا ہے۔ اور خود اس کے اپنے قول اور فعل میں مطابقت نہیں ہے۔ پس قانون قدرت اور قانون شریعت باہم مخالف نہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کے مؤید ہیں۔ قرآن قانون قدرت کی تائید کرتا ہے۔ اس لئے ہمارے واسطے دونوں ہی کا مطالعہ ضروری ہے۔ اور جب ہم "تعلیم الاسلام" کا ذکر کرتے ہیں۔ تو اس سے مراد صرف قرآن اور حدیث ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے مراد وہ تمام علوم بھی ہوتے ہیں۔ جو قانون قدرت کے ذیل میں آتے ہیں۔ پس فلسفہ ہو یا نفسیات۔ علم جغرافیہ ہو یا علم ہندسہ، علم ہیئت ہو یا علم تاریخ۔ الغرض کوئی بھی علم ہو۔ اس کا مطالعہ کرنا اور پھر دین سے اس کی تائید نکال کر اسے پرکھنا ہی تعلیم کا اصل مقصد ہے۔

علوم جدیدہ اور قرآن

اس ضمن میں حضور نے اس امر پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی۔ کہ قرآن تو ان علوم سے بھرا پڑا ہے۔ کہیں اس میں علم النفس کا ذکر آتا ہے۔ تو کہیں جغرافیہ کا۔ کہیں وہ منطق سے کام لیتا ہے۔ تو کہیں علم ہیئت کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ سیروا فی الارض میں جغرافیہ کی تحقیق ضروری قرار دیا ہے۔ کیف کان عاقبة المکذبین اور افلا تعقلون کی آیات تجزیہ امور اور علم النفس کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ پھر قرآن میں جا بجا چاند سورج اجرام اور ان کی حرکت کو دیکھنے اور ان پر غور کرنے کا ذکر آتا ہے۔ کیا اس میں علم ہیئت اور علم ہندسہ کی طرف رہنمائی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس تنبیہ میں کہ اگر تم باپ دادا کے غلط راستے پر چلتے ہو۔ تو پھر کیا تم بھی انہی کی طرح غلطی کرو گے؟ منطق سے کام لینے کی ترغیب موجود ہے۔ الغرض اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو ہر مضمون قرآن میں بیان ہوا ہے لیکن قرآن چونکہ روحانیت سکھانے والی کتاب ہے اس لئے وہ باقی علوم کی طرف اشارہ ہی کرتی ہے براہ راست ان کی تفصیلات میں نہیں جاتا۔ پس وہ تمام دنیوی علوم جو قانون قدرت کا حصہ ہیں۔ ہمارے لئے مفید ہیں۔ اس لئے دین کے ساتھ ساتھ ان کا مطالعہ بھی از بس ضروری ہے۔ جب خدا یہ تمام علوم جانتا ہے۔ اور جب وہ بالواسطہ طور پر قرآن میں جا بجا ان علوم کا ذکر کرتا ہے۔ تو پھر ہم جو اس کے بندے ہیں۔ ان علوم سے کیوں استفادہ نہ کریں اور کیوں دین اور قانون شریعت کی تائید کے اس بڑے ذریعہ کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

تاریخ کی علمی حیثیت

اس ضمن میں حضور نے اس امر کو بھی واضح فرمایا کہ تاریخ کا مطالعہ جو بظاہر اپنے ساتھ شواہد قدرت نہیں رکھتی کیسے علم کے ذیل میں آ سکتا ہے۔ حضور نے بتایا کہ تاریخ بتاتی ہے کہ فلاں وقت میں فلاں بات ہوئی تھی۔ اب کسی وقت میں کسی خاص بات کا واقعہ ہونا ایسا امر نہیں ہے کہ جسے ہم قانون قدرت کی مدد سے ثابت کر سکیں۔

اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ کو صحیح طور پر علم کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم خود تاریخ اور قصہ کہانی میں فرق کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تاریخی واقعات کو جب علم النفس کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو اس میں سے غلط بیانی اور جھوٹ کا عنصر علیحدہ ہو کر اصل حقیقت ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ فلاں واقعہ پہلے زمانے میں ایسا ہوا تھا اور ہم موجودہ حالات میں اس سے کیا سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ پس چونکہ تاریخ میں "امکان صحت" کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ جسے سائیکالوجی کی مدد سے پرکھا جا سکتا ہے۔ اس لئے تاریخ بھی علوم کی فہرست میں ہی جگہ پاتی ہے۔ اور چونکہ قصہ کہانی میں امکان صحت کا پہلو مفقود ہوتا ہے۔ اس لئے اسے علم کا درجہ نہیں دیا جاتا۔ اس امر کو واضح کرنے کیلئے حضور نے قرآن اور بائیبل کے پیش کردہ تاریخی واقعات کا باہم مقابلہ کر کے دکھایا کہ قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ سائیکالوجی کا علم اس کی پوری تائید کرتا ہے۔ برخلاف اس کے انجیل کی بہت سی باتیں اس معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ چنانچہ اس ضمن میں حضور نے انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کا بھی حوالہ دیا۔ جس میں اس امر کو صاف تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ ترغیب بچھڑے سے متعلق حضرت ہارون کے بارہ میں قرآن نے جو بریت کی ہے عقل سلیم حضرت ہارون کے کردار کی روشنی میں اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔

قول و فعل میں مطابقت

حضور نے تحصیل علم کی اہمیت کی طرف توجہ کرتے ہوئے طلباء کو نصیحت کی۔ کہ جب تم اسلام کی ترغیب پر ہی اس کالج میں دیگر علوم سیکھتے ہو۔ تو پھر تمہارا فرض ہے۔ کہ تم خود اسلام کو بھی سیکھو۔ اور اس کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالنے کی کوشش کرو۔ اس کالج کا نام بھی اس بات کا متقاضی ہے۔ کہ اس میں پڑھنے والے دونوں علوم سے بہرہ ور ہوں۔ حضور نے مزید فرمایا۔ میں جانتا ہوں۔ کہ یہاں بعض غیر احمدی طلباء بھی پڑھتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اس اسلام پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ جسے وہ مانتے ہیں۔ ان کے بزرگوں نے انہیں جس مسلک کو صحیح بتایا ہے۔ وہ اسے ہی صحیح مانیں۔ لیکن اس پر عمل کرنے سے غافل نہ ہوں۔ کیونکہ جب کسی کے قول اور فعل میں تضاد ہو تو (باقی صفحہ ۶ پر)

اسلام میں استخارہ کا مبارک نظام

اور

بظاہر متضاد خوابوں کا فلسفہ

از حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے ربوہ

اسلام کی بے شمار رحمتوں میں سے ایک بڑی رحمت استخارہ کا مبارک نظام ہے جس کے ذریعہ دین و دنیا کے جملہ اہم کام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی نے اپنی امت کے افراد کو ایک عجیب و غریب روحانی گرہ کے ذریعہ اسے علیم و قدیر کی رحمت کے دامن کے ساتھ باندھ دیا ہے ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جب کبھی کسی مسلمان کو کوئی ایسا کام پیش آئے۔ جو خدا اور رسول اور اولوالامر کے مقرر کردہ موقت فرائض میں سے نہیں ہے (کیونکہ موقت فرائض کے معاملہ میں استخارہ کا کوئی سوال نہیں ہوتا) بلکہ ایسا معاملہ ہے کہ اسے اختیار کرنا یا ترک کرنا یا اس کے اختیار کرنے کی صورت اور وقت کا فیصلہ کرنا ہر انسان کی عقل اور سمجھ اور حالات پر چھوڑا گیا ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ ایسا موقعہ پیش آنے پر خدا تعالےٰ سے استخارہ کر کے اس کی نصرت اور حمایت اور خیر کا طالب ہوا کرے۔ اور یہ دعا کیا کرے کہ اے میرے آسمانی آقا تو اس بارے میں میری راہ نمائی فرما۔ کہ آیا میں یہ کام جو اس وقت میرے مدنظر ہے کروں یا اسے ترک کر دوں۔ یا یہ کہ میں اسے اس صورت میں کروں۔ جو اس وقت میرے مدنظر ہے۔ یا کسی دوسرے رنگ میں سرانجام دوں کیونکہ اسے میرے علیم و قدیر خدا! اس بات کو صرف تو ہی جانتا ہے۔ کہ یہ کام میرے دینی اور دنیوی اور عاجل اور آجل مفاد کے لحاظ سے کس صورت میں اور کس وقت پر زیادہ مفید اور زیادہ بابرکت ثابت ہونے والا ہے۔

یہ دعا جسے اصطلاحی طور پر استخارہ کی دعا کہتے ہیں۔ ہر ایسے امر کے پیش آنے پر سکھائی گئی ہے۔ جس میں خدا اور اس کے رسول اور اولوالامر کا کوئی موقت حکم موجود نہ ہو۔ یعنے کوئی ایسا حکم موجود نہ ہو جس میں یہ ہدایت دی گئی ہو کہ یہ کام فلاں وقت اور فلاں قسم کے حالات میں ضرور کیا جائے۔ جیسا کہ مثلاً پانچ وقت کی نماز یا رمضان کے روزے یا ایک صاحب نصاب شخص کے لئے سال گزرنے پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوتی ہے ایسے موقت اور معین احکام میں استخارہ کا کوئی سوال نہیں۔ بلکہ درحقیقت ان باتوں میں استخارہ کرنے والا شخص دین سے ٹھٹھا کرتا ہے کیونکہ ایک صریح اور موقت حکم کے باوجود استخارہ کی آڑ لے کر خدائی حکم کو معطل کرنا اور ٹالنا چاہتا ہے لیکن

اس قسم کے احکام کے علاوہ باقی سب امور میں خواہ وہ بظاہر کیسے ہی مفید اور نیک نظر آئیں استخارہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور یہ تعلیم ایسی بابرکت اور روحانی نعمتوں سے ایسی معمور ہے کہ اس ذریعہ سے ہر سچے مومن کو ہر امر میں خدائی رحمت کے دامن سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔ اور خدائی نعمتوں کے حصول کے لئے اس کی جھولی دائمی صورت میں کھلی رکھی گئی ہے۔

استخارہ کے اس نظام میں دوہری برکت ہے۔ **اوّل** یہ کہ اسکے نتیجہ میں انسان کو کثرت کے ساتھ اور بار بار خدا کی طرف رجوع کرنے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹانے کا موقعہ ملتا ہے۔ اور خواہ بظاہر استخارہ کا کوئی اور نتیجہ نکلے یا نہ نکلے۔ استخارہ کی دعا بہرحال غیر معمولی برکت اور تزکیہ نفس اور انابت الی اللہ کا ذریعہ بنتی ہے **دوسرے** اس ذریعہ سے انسان ضعیف البنیان جس کا علم بھی ناقص ہے اور قدرت بھی ناقص ہے۔ خدا کے علیم و قدیر کے غیر محدود علم اور غیر محدود قدرت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور زندگی کی بے شمار ٹھوکروں اور لغزشوں سے بچ جاتا ہے۔ استخارہ کے یہ دو عظیم الشان فوائد اتنے یقینی اور اتنے قطعی ہیں کہ کوئی دیندار انسان اس کی برکات کا منکر نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے۔ کہ امت محمدیہ کے اولیاء کرام اور صلحاء عظام نے ہر زمانہ میں استخارہ کو اپنا مسلک بنایا ہے۔ اور زندگی کے کسی حرکت و سکون کو استخارہ کی برکتوں سے محروم نہیں ہونے دیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بڑی کثرت کے ساتھ اس پر عمل فرماتے تھے۔ پس ہماری جماعت کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے تمام کاموں میں اس بابرکت نظام سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔ اور استخارہ کی عادت کو اتنا راسخ کر لے۔ کہ کسی اہم کام میں اس کی طرف سے غافل نہ ہو۔ بلکہ اپنی ذات کے علاوہ اپنے بیوی بچوں اور دوستوں کو بھی اس میں شریک کیا کرے

استخارہ کی دعا اور اس کا طریق

استخارہ کی دعا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ذیل کے الفاظ میں مروی ہوئی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ
بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ
بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ
فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ
وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ
وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ
اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا
الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ
وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ
وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ
وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا
الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ
وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ
عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ
لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ
اَرْضِنِیْ بِہٖ۔

"یعنی اے میرے خدا میں تیرے علم کے ذریعہ تیری جناب سے خیر کا طالب ہوں اور تیری قدرت کے ذریعہ اپنے کام میں طاقت اور توفیق چاہتا ہوں۔ اور تیرے بھاری فضل کا امیدوار ہوں کیونکہ تو کامل قدرت رکھتا ہے۔ اور میں قدرت نہیں رکھتا۔ اور تو غیر محدود علم کا مالک ہے اور مجھے علم حاصل نہیں۔ اور تو یقیناً سب غائب اور آئندہ ہونے والی باتوں کا جاننے والا ہے۔ سو اے میرے خدا اگر تیرے علم میں یہ کام جو اس وقت میرے مدنظر ہے۔ میرے لئے دین اور دنیا اور انجام کار کے لحاظ سے اچھا ہے تو تو مجھے اس کی توفیق عطا کر۔ اور اسے میرے لئے آسان کر دے۔ اور پھر اس میں میرے لئے برکت بھی ڈال۔ لیکن اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین اور دنیا اور انجام کار کے لحاظ سے اچھا نہیں تو اسے مجھ سے دور رکھ۔ اور مجھے اس سے دور رکھ۔ اور اس کی جگہ جس بات میں میری بہتری ہو خواہ وہ کوئی ہو مجھے اس کی توفیق دے اور میرے دل میں اس کے ذریعہ تسکین اور بشاشت عطا فرما"

استخارہ کا مسنون طریق یہ ہے کہ رات کو سونے سے قبل انسان دو رکعت نفل ادا کرے۔ اور ان دو نفلوں میں اوپر والی دعا مانگے۔ اور اس وقت اپنے دل میں یہ یقین پیدا کرے۔ کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ اور میں خدا کو دیکھ رہا ہوں علاوہ یہ کہ میں اس وقت اپنے خالق و مالک کے سامنے کھڑا ہو کر اس سے خیر و برکت اور رشد و ہدایت کا طالب ہوں۔ اور یہ نماز ایسے درد و سوز اور حضور قلب سے ادا کی جائے۔ کہ گویا اپنے دل کو پگھلا کر خدا کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اور اس کے بعد کسی اور کام میں مشغول ہونے کے بغیر بستر پر جا کر لیٹ جائے۔ اور سوتے ہوئے بھی اس دعا کے مضمون کی طرف دھیان رکھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس شخص کو استخارہ کی مسنون دعا یاد نہ ہو۔ وہ اپنی زبان اور اپنے الفاظ میں ہی استخارہ والے مضمون کی دعا کر سکتا ہے۔ اور آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ سوتے ہوئے یہ مختصر سی دعا بھی کر لینی چاہیئے۔

یَا خَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ یَا بَصِیْرُ
اَبْصِرْنِیْ یَا عَلِیْمُ عَلِّمْنِیْ

"یعنی اے میرے خبیر آقا مجھے اپنے منشاء سے اطلاع دے۔ اور میرے بصیر خدا تو مجھے اس معاملہ میں بصیرت عطا کر اور اے میرے علیم خالق و مالک تو مجھے اپنی جانب سے علم بخش"۔

اس قسم کا استخارہ سات راتوں تک مسلسل جاری رکھنا چاہیئے۔ اور اگر اتنا موقعہ نہ ہو۔ تو کم از کم تین رات تک جاری رکھا جائے۔ اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اس کا بھی موقعہ نہ ہو۔ تو ایک رات پر ہی استخارہ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہاں تک فرماتے تھے۔ کہ فوری ضرورت کے جبکہ درمیان میں ایک رات بھی نہ آتی ہو۔ تو دن کے وقت ہی استخارہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ استخارہ بہرحال ایک دعا ہے۔ اور لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا

استخارہ کے چار امکانی نتائج

استخارہ کا نتیجہ امکانی طور پر چار طرح ظاہر ہو سکتا ہے۔ **اوّل**۔ اس طرح کہ اللہ تعالےٰ کسی الہام یا رویا کے ذریعہ اپنا منشاء ظاہر فرما دے۔ خواہ خود استخارہ کرنے والے پر ظاہر کر دے یا اس کے کسی بزرگ یا عزیز یا دوست پر ظاہر کر دے۔ کیونکہ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اَلْمُؤْمِنُ یَرٰی وَیُرٰی لَہٗ یعنی کبھی مومن کو خود خواب آجاتی ہے۔ اور کبھی اس کے لئے کسی دوسرے شخص کو خواب دکھا دی جاتی ہے۔ **دوسرے** اس طرح کہ کوئی الہام یا رویا وغیرہ تو نہ ہو۔ مگر استخارہ کرنے والے کا دل کسی بات پر تسلی پا جائے۔ کیونکہ خدا کی مشیت بعض اوقات اس رنگ میں بھی ظاہر ہوا کرتی ہے کہ کوئی لفظی جواب نہیں ملتا مگر دل تسلی پا جاتا ہے۔ **تیسرے** اس طرح کہ استخارہ کرنے والے کو اس کے عزیزوں یا دوستوں کی طرف سے کوئی ایسا مشورہ مل جائے۔ جو خدائی مشیت کے مطابق ہو۔ کیونکہ یہ بھی حدیث نبوی یُرٰی لَہٗ کی ایک بالواسطہ صورت ہے۔ **چوتھے** یہ بھی ممکن ہے (اور ہمارے دوستوں کو اس پہلو کا بھی علم ہونا چاہیئے ورنہ وہ ٹھوکر کھا سکتے ہیں) کہ دعا کی قبولیت کے رنگ میں استخارہ کا کوئی بھی ظاہری نتیجہ نہ نکلے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کسی مصلحت سے استخارہ کرنے والے کو اپنی عقل سے کام لینے کے لئے آزاد چھوڑ دے۔ کیونکہ بہرحال خدا اپنے بندوں کے ماتحت نہیں۔ بلکہ جس طرح وہ اپنے بندوں کو

دعاؤں کو قبول کر سکتا ہے۔ اسی طرح وہ کسی مصلحت کی بنا پر اپنے بندوں کی دعا کو رد کر سکتا ہے یا خاموش رہ سکتا ہے۔ مگر اس صورت میں بھی استخارہ کرنے والے کو کم از کم دعا کی روحانی برکت ضرور حاصل ہو جائے گی اور خدا اپنے رحیم و کریم یقیناً اس بات سے خوش ہوگا کہ میرے بندے نے مجھے اپنا کارساز سمجھ کر پکارا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غالباً اپنی تمام پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ اشعار فرمائے ہیں کہ:-

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا
کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا

پہلے شعر میں تو عام لوگوں کا ذکر ہے۔ جن کی دعا اگر رد بھی ہو جائے۔ تو پھر بھی کوئی نہ کوئی رحمت کا پہلو پیدا کر کے رہتی ہے۔ اور دوسرے شعر میں حضرت مسیح موعود نے خود اپنا ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ آپ کا سب کچھ خدا کا تھا اور خدا کی ساری رحمت آپ پر سایہ فگن تھی اسی لئے آپ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

"تیری رحمت ہے میرے گھر کا شہتیر"

یعنی میرا سارا کاروبار صرف تیری رحمت کے سہارے پر قائم ہے۔

اب میں استخارہ کے مسئلہ کے متعلق ایک ایسے پہلو کو لیتا ہوں۔ جو کئی لوگوں کے لئے پریشانی کا باعث ہو جاتا ہے جبکہ یہ حالت قریب کے زمانہ میں خود میرے گھر میں بھی پیش آئی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا میں نے ایک خانگی معاملہ میں بعض دوستوں اور بزرگوں کو استخارہ کے لئے لکھا تھا اس کے نتیجہ میں جو جوابات مجھے مختلف دوستوں کی طرف سے موصول ہوئے۔ ان میں سے اکثر متضاد تھے یعنی کسی دوست نے اپنے استخارہ کے نتیجہ میں ایک بات لکھی تھی۔ اور دوسرے دوست نے بالکل ہی دوسری بات کا مشورہ دیا تھا۔ اور بعض نے اپنی خوابیں بھی بیان کی تھیں جو بظاہر ایک دوسرے کی نقیض تھیں۔ میں تو خدا کے فضل سے اس ظاہری اختلاف کے فلسفہ کو سمجھتا تھا۔ مگر میرے بعض عزیز اس پر بہت پریشان ہوئے کہ یہ کیا تماشہ ہے۔ کہ ایک ہی معاملہ میں مختلف استخارہ کرنے والے بزرگوں کو مختلف بلکہ متضاد خوابیں آ رہی ہیں۔ مثلاً ایک دوست کہتا ہے کہ مجھے استخارہ کے نتیجہ میں زید کے حق میں خواب آئی۔ اور دوسرا دوست کہتا ہے کہ مجھے استخارہ کے جواب میں عمر قابل ترجیح معلوم ہوا۔ اور تیسرا دوست کہتا ہے کہ مجھے استخارہ کرنے پر خالد مقدم نظر آیا وغیرہ ذالک۔

چونکہ یہ شبہ اکثر لوگوں کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے اس لئے دوستوں کو اس کا جواب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے مگر اصل جواب دینے سے پہلے ایک اصولی بات کا بیان کرنا ضروری ہے۔ وہ اصولی بات یہ ہے۔ کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ سنت ہے کہ وہ مومنوں کی تربیت اور مخالفوں کے امتحان کی غرض سے آئندہ کی خبروں کے متعلق ایک حد تک اخفا کا پردہ رکھا کرتا ہے۔ اور سوائے خاص حالات کے کامل انکشاف نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکیمانہ طریق عام لوگ تو الگ رہے۔ انبیاء تک کے حالات میں چلتا ہے۔ چنانچہ انبیاء کی پیشگوئیوں میں بھی کم و بیش اخفا کا پردہ رہتا ہے۔ اور اس قسم کا انکشاف نہیں ہوا کرتا۔ جسے سورج کے طلوع ہونے سے تشبیہ دے سکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اخفاء کی مثال یوں بیان فرمائی ہے کہ جیسے ایسی رات کی چاندنی ہو جس میں چاند کے ساتھ ساتھ کچھ بادل بھی ہوں۔ جب کہ روشنی تو ہوتی ہے مگر اتنی تیز روشنی نہیں ہوتی۔ کہ دیکھنے والوں اور نہ دیکھنے والوں میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے (براہین احمدیہ حصہ پنجم) یا جیسے کہ ایک حاملہ عورت کا حال ہوتا ہے جس کے متعلق یہ تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ اسکے بچہ پیدا ہونیوالا ہے۔ مگر یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ بچہ لڑکی ہے یا کہ لڑکا (ازالہ اوہام) پس جبکہ انبیاء تک کے مکاشفات میں اخفا کا پردہ ہوتا ہے۔ تو عام لوگوں کی خوابوں اور الہاموں کے متعلق یہ امید کس طرح رکھی جا سکتی ہے۔ کہ ان کی خوابیں ہر صورت میں نصف النہار کی طرح روشن ہونگی؟ اس اصولی تشریح کے بعد یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ استخاروں کے نتیجہ میں بعض اوقات جو بظاہر متضاد خوابیں آتی ہیں۔ ان کی بالعموم تین وجوہات ہوا کرتی ہیں۔

متضاد خوابوں کی تین وجوہات

پہلی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اللہ اپنی سنت اخفاء کے ماتحت مختلف استخارہ کرنے والے لوگوں کو زیر استخارہ امر کے مختلف پہلو دکھا دیتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شادی کا سوال ہے۔ اور اس میں مختلف لڑکوں یا لڑکیوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ تو بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو خواب میں لڑکے یا لڑکی کا دینی پہلو دکھا دیتا ہے۔ اور کسی کو اس کے روزگار کے پہلو پر آگاہ کر دیتا ہے۔ اور کسی کو اس کی صحت کے بارے میں اشارہ فرما دیتا ہے۔ اور کسی کو آئندہ اولاد کے لحاظ سے نظارہ دکھا دیتا ہے۔ اور کسی پر میاں بیوی کے آئندہ اتحاد و محبت کی جہت سے انکشاف فرما دیتا ہے: وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ انکشاف عموماً استخارہ کرنیوالے کے ذاتی رجحان کی بنا پر ہوا کرتا ہے۔ اور ان مختلف نظاروں کے دکھانے میں خدا تعالیٰ کی یہ غرض ہوتی ہے۔ کہ وہ ہم نے تمہیں امر پیش آمدہ کے مختلف پہلو دکھا دیئے ہیں۔ اب اپنی عقل و فکر کو کام میں لا کر خود فیصلہ کرو۔ کہ کونسا رشتہ مناسب ہے۔ ظاہر ہے کہ رشتہ کے معاملہ میں میاں بیوی کی ازدواجی زندگی پر اثر ڈالنے والی اور خانگی خوشی کو درخشاں یا مکدر کرنے والی بہت سی باتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً بعض اوقات میاں بیوی میں محبت تو ہوتی ہے۔ مگر خاوند دیندار نہیں ہوتا۔ یا خاوند دیندار تو ہوتا ہے مگر اسکی صحت خراب ہوتی ہے۔ یا صحت بھی اچھی ہوتی ہے مگر مالی کی تنگی ہوتی ہے۔ یا مالی تنگی بھی نہیں ہوتی۔ مگر کسی خاص رخنہ کے نتیجہ میں اولاد و خراب پیدا ہونی مقدر ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسی صورت میں جبکہ آئندہ زندگی کا کوئی پہلو تو روشن ہو۔ اور کوئی پہلو تاریک ہو۔ اللہ تعالیٰ مختلف لوگوں کو مختلف پہلو دکھا کر انسانی دماغ کی تربیت کے لئے یہ اشارہ فرما دیتا ہے۔ کہ اب تصویر کے مختلف پہلو تمہارے سامنے ہیں۔ سو اب ہماری دی ہوئی عقل سے کام لے کر خود سوچو اور فیصلہ کرو۔

دوسری وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ بعض اوقات مختلف خوابوں کی تعبیر غلط سمجھی جاتی ہے یعنی حقیقتاً تو کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ مگر لوگ اپنی ناسمجھی سے خوابوں کو متضاد خیال کر کے پریشان ہونے لگتے ہیں۔ حالانکہ ان کی حقیقی تعبیر متضاد نہیں ہوتی۔ دراصل خوابوں کی تعبیر کا علم بڑا باریک اور بڑا نازک ہے۔ بعض اوقات خواب میں رونا دیکھا جاتا ہے۔ اور اس سے ہنسنا مراد ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات خواب میں ہنسنا دیکھا جاتا ہے۔ مگر اس سے رونا مراد ہوتا ہے۔ یا بعض اوقات ایک قسم کے حالات میں رونے کی تعبیر خوشی ہوتی ہے۔ اور دوسری قسم کے حالات میں رونے کی تعبیر غم ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض صورتوں میں بعض متبرک وجودوں کو خواب میں دیکھنے سے بلند ہر غم کی زندگی مراد ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھنے کی بعض اوقات یہ تعبیر ہوتی ہے۔ کہ دیکھنے والے کی زندگی میں کوئی غم پیش آئیگا۔ حالانکہ ویسے حضرت فاطمۃ الزہرا مومن عورتوں کی سردار ہیں۔ پس دوسری وجہ استخارہ کے نتیجہ میں بظاہر متضاد خوابوں کی یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ خواب دیکھنے والے یا خواب کو سننے والے لوگ اپنی ناواقفیت سے خوابوں کی تعبیر میں غلطی کرتے ہیں اور انہیں متضاد خیال کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ حقیقی تعبیر کے لحاظ سے کوئی تضاد نہیں ہوتا۔

تیسری امکانی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ بعض اوقات نیک لوگوں کی خوابوں میں بھی نفسانی یا شیطانی دخل ہو جاتا ہے۔ حق یہ ہے کہ انبیاء یا خاص اولیاء کو الگ رکھ کر باقی سب لوگوں کی خوابوں میں کم و بیش نفسانی یا شیطانی دخل کا امکان ہوتا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی مشہور تصنیف ازالہ اوہام (حکمنامہ) میں استخاروں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعض اوقات جب کوئی شخص ایک خاص خیال دل پر جما کر استخارہ کرتا ہے۔ تو اسکی خواب یا الہام میں اسکے اپنے اثر داخل ہو جاتا ہے۔ اور اس قسم کے اثر سے انبیاء اور محدثین کے سوا باقی سب لوگوں کے مکاشفات متاثر ہو سکتے ہیں۔ میری یہ مراد ہرگز نہیں کہ نعوذ باللہ باقی سب صلحاء کے الہام یا رؤیا مشکوک ہو سکتے ہیں۔ حاشا و کلا۔ بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ بیشک انکے اکثر الہامات اور خوابیں رحمانی ہوتی ہیں۔ مگر اس بات کا امکان ہو سکتا ہے کہ ان کی کسی خواب یا الہام میں ان کے دل کی تمنا یا نفس کے رجحان کا دخل ہو گیا ہو۔ لہٰذا استخاروں کے نتیجہ میں متضاد خوابوں کی ایک امکانی تشریح یہ یاد رکھنی ضروری ہے۔ کہ ممکن ہے کہ ایک دوست کی خواب رحمانی ہو۔ اور دوسرے کی خواب میں اس کی ذاتی رائے یا نفسانی میلان کا اثر شامل ہو گیا ہو۔

خوابوں کی مختلف اقسام

ضمناً یہ بات بھی اس جگہ یاد کرنی ضروری ہے کہ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ خوابیں عموماً تین قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک **رحمانی** اور دوسرے **نفسانی** اور تیسرے **شیطانی**

رحمانی خواب تو وہ ہے جو خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ جس میں اخفا کا پردہ یا تعبیر کی غلطی ہو تو ہو مگر اسکے برحق ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوتا۔ نفسانی یا زیادہ صحیح طور پر نفسیاتی خواب وہ ہوتی ہے۔ جس میں خواب دیکھنے والے کی ذاتی حالت یا ذاتی رجحان کا دخل ہو جاتا ہے۔ اور شیطانی خواب وہ ہے جس میں شیطان یا انسان کے شیطانی خیالات کا اختلاط ہوتا ہے۔ یہ تینوں قسم کی خوابیں اپنی علامات سے پہچانی جاتی ہیں جس طرح کہ دنیا کے ہزاروں انواع کے درخت اپنے پھلوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ مگر آج کل کے مسلمانوں کی عقل پر کہاں تک رویا جائے۔ کہ وہ سگمنڈ فرائڈ کی اس نام نہاد دریافت پر تو سر دھنتے ہیں۔ کہ خوابوں میں انسان کے نفسیاتی عادات کا دخل ہوتا ہے۔ مگر عرب کے صحرا میں پیدا ہونے والے امی نبی (فداہ نفسی) کے اس عظیم الشان علمی احسان کی طرف سے غافل ہیں جس نے آج سے چودہ سو سال پہلے خوابوں کے تین اقسام کی تشریح فرما کر علم معبر میں گویا ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ سگمنڈ فرائڈ نے اسی چشمہ سے ایک دو ڈول بھرا۔ اور اسے بھی کئی قسم کی آلائشوں سے مکدر کر کے دنیا کے سامنے اصل حقیقت کا صرف تیسرا حصہ پیش کیا مگر دنیا ہے کہ محسن اعظم کو بھول کر جس نے صدیوں پہلے اس موجود کی الصدور دریافت پر تعریف کے نعرے لگا رہی ہے۔ العجب ثم العجب!!

خلاصہ کلام یہ کہ اسلام میں استخارہ کا نظام ایک بڑا مبارک اور عجیب و غریب نظام ہے۔ اور گو اس کے بعض باریک پہلو بعض ناواقف لوگوں کو غلطی یا پریشانی میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ مگر اس کی وجہ سے اسکی عظیم الشان برکات میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بلکہ اس خزانہ کی طرح جو زمین کی اندرونی گہرائیوں میں دفن ہوتا ہے اس نظام کی قدر و منزلت اور بھی بڑھ جاتی ہے پس جماعت کے دوستوں کو چاہیئے کہ اپنے تمام کاموں میں خواہ وہ دین سے تعلق رکھتے ہوں۔ یا کہ دنیا کے میدان سے تعلق رکھتے ہوں۔ استخارہ کی عادت ڈالیں۔ اور ہر امر میں اپنے آسمانی آقا کی طرف رجوع ہونے کا طریق اختیار کریں۔ پھر اگر استخارہ کے نتیجہ میں انہیں کوئی ہدایت حاصل ہو۔ تو اس پر عمل کریں۔ اور خدا کے شکر گزار ہوں اور اگر کوئی ہدایت حاصل نہ ہو تو پھر صبر سے کام لیں اور استخارہ کو ایک دعا یا کرانی قرار دے کر اس کی برکات سے حصہ پائیں۔ اور اگر استخارہ کے نتیجہ میں بظاہر متضاد خوابیں آئیں تو اس پر پریشان نہ ہوں کیونکہ ایسی خوابیں تمہارے دماغوں کو روشن کرنے اور تمہارے دلوں میں کچھ علم کی جستجو پیدا کرنے اور تمہارے رستے کی نئی گھتیوں کے سلجھانے کو دفع کرنے کے لئے آتی ہیں۔ میں ایسا انسان ذکی عقل مائل پر جیا کرتا ہوں جو اپنے دینی اور دنیوی معاملات میں ہر اہل اور ہر اہر کے مشوروں کے لئے تو دوڑتا ہے۔ مگر اس علیم و قدیر خدا کی طرف رجوع نہیں کرتا جس کے علم اور قدرت کی کوئی انتہا نہیں اور جس کی محبت اور شفقت حقیقی ماؤں سے بھی بدرجہا زیادہ ہے۔ افسوس صد افسوس کہ ما قدروا اللہ حق قدرہ وآخر دعوانا

(الفضل [illegible])

خدام الاحمدیہ کے چودھویں سالانہ اجتماع میں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا خدام سے خطاب

اپنے اندر یک جہتی پیدا کرو اور پہلے سے بھی زیادہ جوش سے ملک اور قوم کی خدمت کرو

مرتبہ مکرم مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر

۵ نومبر ۱۹۵۴ء کو بعد نماز جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے خدام کے چودھویں سالانہ اجتماع کا افتتاح فرماتے ہوئے جو ایمان افروز تقریر کی وہ افادۂ احباب کے لئے درج ذیل کی جاتی ہے۔

نونہالانِ جماعت سے خطاب

کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو

جب گذر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا یہ سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو
تم میں اسلام کا ہو مغز فقط نام نہ ہو

سر میں نخوت نہ ہو آنکھوں میں نہ ہو برقِ غضب
دل میں کینہ نہ ہو لب پہ کبھی دشنام نہ ہو

خیر اندیشیٔ احباب رہے مد نظر ہر وقت
عیب چینی نہ کرو مفسد و نمّام نہ ہو

چھوڑ دو حرص، کرو زہد و قناعت پیدا
زر نہ محبوب بنے سیم دل آرام نہ ہو

پاس ہو مال تو دو اس سے زکوٰۃ و صدقہ
فکر مسکیں رہے تم کو غمِ ایّام نہ ہو

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

عقل کو دین پہ حاکم نہ بناؤ ہرگز
یہ تو خود اندھی ہے گر نیّرِ الہام نہ ہو

جو صداقت بھی ہو تم شوق سے مانو اس کو
علم کے نام سے پر تابعِ اوہام نہ ہو

دشمنی ہو نہ محبانِ محمدؐ سے تمہیں
جو معاند ہیں تمہیں ان سے کوئی کام نہ ہو

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانیٔ حکّام نہ ہو

حسن ہر رنگ میں اچھا ہے مگر خیال رہے
دانہ سمجھے ہو جسے تم وہ کہیں دام نہ ہو

تم مدبر ہو کہ جرنیل ہو یا عالم ہو
ہم نہ خوش ہوں گے کبھی تم میں گر اسلام نہ ہو

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا

غالباً پچھلے سال یا اس سے پچھلے سال میں نے خدام کو نصیحت کی تھی کہ

یک جہتی اور یک رنگی

بھی طبائع پر نیک اثر ڈالتی ہے۔ اور اس کی اہمیت کو اسلام نے اتنا نمایاں کیا ہے کہ نماز جو ایک عبادت ہے اس میں بھی یک رنگی اور یک جہتی کا حکم دیا ہے۔ سب کے سب نمازی ایک طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے ہیں۔ سیدھی صفوں کا حکم ہوتا ہے۔ قوم کے تمام نمازیوں کو ایک خاص شکل پر کھڑے ہونے کا ارشاد ہوتا ہے۔ میں نے توجہ دلائی تھی۔ کہ خدام جو کھڑے ہوتے ہیں۔ تو مختلف شکلوں میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اور میں نے کارکنوں سے کہا تھا۔ کہ وہ اس کی اصلاح کریں۔ اس وقت تو تقریر کے بعد ایک دو دن تو اصلاح نظر آئی۔ مگر پھر وہ اصلاح نظر نہیں آئی۔ چنانچہ اب میں دیکھتا ہوں کہ سارے کے سارے اس رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ کچھ تم میں سے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں۔ کچھ تم میں سے پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں کچھ تم میں سے ہاتھ کھلے چھوڑ کر کھڑے ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ تم نے کوئی ایک طریقہ اپنے لئے پسند نہیں کیا۔ اور تمہارے افسروں اور کارکنوں نے تمہیں ایک رنگ اختیار کرنے کی ہدایت نہیں دی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ باتیں معمولی ہیں۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان باتوں کا قلوب پر اثر پڑتا ہے۔ مثلاً صف میں کسی کا پیر اگر ذرا آگے ہو جائے یا پیچھے ہو جائے تو یہ ایک معمولی بات ہے۔ اور جہاں تک عبادت کا تعلق ہے اس سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جس قوم کی صفیں ٹیڑھی ہو گئیں۔ اس کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے جاتے ہیں۔ تو دیکھو ایک چھوٹی سی بات کا کتنا عظیم الشان نتیجہ پیدا ہو سکتا ہے۔ پھر دیکھنے والوں پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم فوجوں کو دیکھتے ہیں تو سب فوجی ایک ہی شکل میں نظر آتے ہیں۔ یورپ میں فوجوں کی پریڈ کے وقت خاص طور پر ہدایت ہوتی ہے کہ سارے فوجی ایک طرح سے ملیں پیڑن کے متعلق ہدایت ہوتی ہے کہ اس طرح پیر مارنا ہے سینہ کے متعلق ہدایت ہوتی ہے کہ اتنا سینہ تاننا ہے۔ گردن کے متعلق ہدایت ہوتی ہے کہ اس طرح گردن رکھنی ہے۔ اور اس کا دیکھنے والوں پر گہرا اثر پڑتا ہے

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں

ایک مسلمان آیا۔ تو اس نے اپنی گردن جھکائی ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ مارا۔ اور فرمایا کہ اسلام اپنے جوبن پر ہے۔ پھر تو اس طرح اپنی مردہ شکل کیوں بنائے ہوئے ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ انسان کی ظاہری شکل اس کے باطن پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس کی باطنی حالت کا اس کے ہمسایہ پر اثر پڑتا ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ من قال ھلک القوم فھو اھلکھم جس شخص نے یہ کہا کہ قوم ہلاک ہو گئی درحقیقت اسی نے قوم کو ہلاک کیا۔ کیونکہ اس کی بات کا

ہمسایہ پر اثر پڑتا ہے

جب ایک شخص کہتا ہے کہ سارے بے ایمان ہو گئے۔ سارے بد دیانت ہو گئے۔ تو بیسیوں آدمی ایسے ہوتے ہیں۔ جو صرف اس کی بات پر اعتبار کر لیتے ہیں حقیقت نہیں دیکھتے۔ وہ صرف یہ دیکھتے ہیں۔ کہ فلاں نے کہا ہے کہ سب بے ایمان ہو گئے ہیں یا فلاں نے کہا ہے کہ سب بد دیانت ہو گئے ہیں۔ اور چونکہ فلاں نے یہ بات کہہ دی ہے۔ اس لئے اب اس کے ماننے میں کیا روک ہے۔ ان کی مثال بالکل ویسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے مشہور ہے کہ ایک شخص اپنے گھر سے بہت دیر غائب رہا۔ اس کی بیوی نے اسے خط لکھے۔ کہ آ کر مجھ سے مل جاؤ۔ مگر وہ نہ آتا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اگر میں گیا۔ تو میری تنخواہ کٹ جائیگی وہ تھا بے وقوف۔ آخر جب خط ہر دفعہ گر رہے۔ تو لوگوں نے اس کی بیوی کو سمجھا کر کہا۔ کہ یہ طریق درست نہیں ہم اسے بلا سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے خط لکھا کہ تمہاری بیوی بیوہ ہو گئی ہے۔ اور تمہارے بچے یتیم ہو گئے ہیں۔ اس لئے تم جلدی گھر پہنچو۔ وہ عدالت کا چپڑاسی تھا۔ خط ملتے ہی روتا ہوا عدالت میں گیا۔ اور کہنے لگا حضور مجھے چھٹی دیں۔ انہوں نے کہا کیا ہوا۔ کہنے لگا۔ کہ خط آیا ہے میری بیوی بیوہ ہو گئی ہے۔ اور بچے یتیم ہو گئے ہیں۔ وہ کہنے لگے احمق تو تو زندہ موجود ہے۔ پھر تیری بیوی کس طرح بیوہ ہو گئی۔ اور تیرے بچے کس طرح یتیم ہو گئے۔ وہ خط نکال کر کہنے لگا۔ کہ آپ کی بات تو ٹھیک ہے۔ لیکن دیکھئے پانچ پنچوں کے اس پر دستخط ہیں۔ پھر یہ بات جھوٹی کس طرح ہو گئی۔

تو ایسے لوگ بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔ اور درحقیقت یہی

قوم کو تباہ کرنے کا موجب

ہوتے ہیں۔ دیکھتے ہیں وہ نے یہ کہا۔ اور یہ نہیں دیکھتے۔ کہ حقیقت کیا ہے۔ اگر وہ نے کہا کہ قوم بے ایمان ہو گئی ہے۔ اگر وہ نے کہا اپنی قوم دیانت کھو بیٹھی ہے۔ تو وہ اس پر فوراً یقین کر لیں گے۔ اور کہنا شروع کر دیں گے۔ کہ واقعہ میں قوم بے ایمان ہو گئی ہے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے چیز موجود ہوگی۔ مگر وہ اسے دیکھیں گے نہیں۔ تو جب ایک شخص کی حالت بگڑتی ہے۔ اس کے ہمسایہ کی بھی بگڑ جاتی ہے۔ اول تو جس کے دل کی حالت بگڑتی ہے۔ اس کی زبان پر بھی کچھ نہ کچھ آ جاتا ہے۔ اور سننے والوں میں سے کمزور لوگ اس کی باتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو۔ تب بھی اللہ تعالےٰ نے یہ قانون بنایا ہے۔ کہ انسان کے قلب سے

ایسی شعاعیں نکلتی ہیں

کہ جو اردگرد بیٹھنے والوں پر اثر کرتی ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم کہتا ہے کہ کونوا مع الصادقین تم صادق اور راستباز لوگوں کی صحبت میں رہا کرو۔ اور اسی لئے اللہ تعالےٰ نے

نماز با جماعت

مقرر کی ہے تا دلی اثرات ایک دوسرے پر پڑیں۔ پس نیکی کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ اور بد کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ مگر جب قوم میں نیکی ہوتی ہے تو نیک اثرات کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور جب قوم میں بدی ہوتی ہے۔ تو بد اثرات کا غلبہ ہوتا ہے۔ گو بدی میں چونکہ اتنا جوش نہیں ہوتا۔ جتنا ایسی نیکی میں ہوتا ہے۔ جو زمانۂ انبیاء و ماموریں میں ہوتی ہے اس لئے جتنا وہ نیکی اپنے اثر کو پھیلاتی ہے۔ بدی اپنا اثر نہیں پھیلا سکتی۔ لیکن پھر بھی اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ سنایا کرتے تھے میں ایک دفعہ جموں سے قادیان آ رہا تھا۔ کہ ایک سکھ رئیس جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت اخلاص اور محبت رکھتا تھا لاہور میں مجھے ملا۔ اور اس نے مجھے کہا۔ کہ آپ قادیان چلے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں۔ کہ میں نے جب سے آپ سے ملنا شروع کیا تھا میرے اندر خدا تعالےٰ کی محبت۔ ذکر الٰہی کی عادت اور دعاؤں کی طرف رغبت پیدا ہو گئی تھی۔ مگر اب کچھ عرصہ سے آپ بے دہریت کے خیالات میرے اندر پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ میں نے بہتیرا زور لگایا کہ وہ خیالات نکلیں۔ مگر نکلتے نہیں۔ ان کا ازالہ کریں مجھے تدبیر بتائیں تاکہ میں ان خیالات کی خرابی سے

اپنی قوم کی خدمت کے لئے تیار نہیں تو پھر وہی نیکی بدی بن جائے گی۔ اگر ہم اس کو چھپائیں۔ پس اسی نیکی کا ہم

علی الاعلان اظہار کریں گے

اس لئے نہیں۔ کہ ہم بدلہ لیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ کذاب اور مفتری جو ہم پر الزام لگاتے ہیں۔ ان کا منہ بند ہو۔ ہمیں مجرم کو مجرم ثابت کرنے کے لئے ضروری تھا کہ ہم اپنے کاموں کا اظہار کرتے۔ ورنہ پہلے بھی ہمارے آدمی ہر مصیبت میں مسلمانوں کا ساتھ دیتے رہے ہیں۔ اور ہر مشکل میں ہم نے ان کی مدد کی ہے۔ یہ کوئی نیا کام نہیں جو ہم نے شروع کیا ہو۔

جب ہم قادیان میں تھے۔ تو اس وقت بھی ہم خدمتِ خلق کرتے تھے۔ ۱۹۱۸ء میں جب انفلوائنزا پھیلا ہے۔ تو مجھے خلیفہ ہوئے ابھی چار سال ہی ہوئے تھے۔ اور جماعت بہت تھوڑی تھی۔ مگر اس وقت ہم نے قادیان کے ارد گرد سات سات میل کے حلقہ میں ہر گھر تک اپنے آدمی بھیجے۔ اور دوائیاں پہنچائیں۔ اور تمام علاقہ کے لوگوں نے تسلیم کیا کہ اس موقع پر نہ گورنمنٹ نے ان کی خبر لی ہے۔ اور نہ ان کے اپنے قوموں نے ان کی خدمت کی ہے۔ اگر خدمت کی ہے تو

صرف جماعت احمدیہ نے

میں نے اس وقت طبیبوں کو بھی بلوایا اور ڈاکٹروں کو بھی بلوا لیا۔ دنیا میں عام طور پر ڈاکٹر بلواؤ۔ تو طبیب اٹھ کر چلا جاتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں یہ بات نہیں ہوتی۔ اور پھر اخلاص کی وجہ سے ہمارا ان پر رعب بھی ہوتا ہے۔ غرض میں نے ڈاکٹر بھی بلوائے۔ حکیم بھی بلوائے۔ اور ہومیو پیتھ بھی بلوائے۔ اس وقت مرض نئی نئی پیدا ہوئی تھی۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ ہم اس مرض کا علاج تو کریں گے۔ مگر ہماری طب میں ابھی اس کی تشخیص نہیں ہوئی۔ اور لٹریچر بہت ناقص ہے۔ اطباء کے اصولِ علاج چونکہ کلیات پر مبنی ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ یہ طبعی بخار ہے۔ اور ہم اس کا علاج کریں گے۔ میں نے ڈاکٹروں سے کہا۔ کہ یہ جھوٹ بولیں یا سچ بولیں۔ غلط کہیں یا درست کہیں۔ بہر حال یہ کہتے ہیں کہ ہماری طب میں اس کا علاج موجود ہے۔ اس لئے انہیں بھی علاج کا موقع دینا چاہیئے۔ چنانچہ میں نے ڈاکٹروں اور حکیموں کو ارد گرد کے دیہات میں بھجوا دیا۔ وہ ساتھ مدرسہ احمدیہ کے طالب علم کر دیئے۔ وہ سات سات میل تک گئے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں آدمیوں کی جان بچ گئی۔ تو ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر ہم ڈھنڈورا نہیں پیٹتے۔ کہ ہم نے یہ کیا ہے۔ ہم نے وہ کیا ہے۔ مسلمانوں کی جو ہم نے خدمت کی۔ اس کے متعلق ہم نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن دوسرے

لوگوں نے اقرار کیا کہ

ہم نے غیر معمولی کام کیا ہے

مگر ہمارے ان سارے کاموں کے باوجود دشمن نے پھر بھی یہی کہا کہ یہ شروع سے مسلمانوں کے دشمن ہیں بلکہ بعض منافقوں نے بھی اس کو تسلیم کر لیا۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ تمام مصیبتوں کے وقت ہمیشہ احمدیوں نے ہی اپنی گردنیں آگے کی ہیں

میں جب دلّی میں جایا کرتا تھا۔ تو اکثر یو۔ پی کا کوئی نہ کوئی رئیس مجھے ملتا۔ اور کہتا۔ کہ میں تو آپ کا اس دن سے مداح ہوں۔ جس دن آپ کے لوگوں نے اپنے ہاتھ سے ایک

مسلمان عورت کی کھیتی کاٹ کر

اسلام کی لاج رکھ لی تھی۔ اور مسلمانوں کی عظمت قائم کر دی تھی۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ الور یا بھرت پور کی ریاست میں ایک عورت تھی۔ جس کے سارے بیٹے آریہ ہو گئے۔ مگر وہ اسلام پر قائم رہی۔ مائی جمیا اس کا نام تھا۔ خان بہادر محمد حسین صاحب سشن جج اس علاقہ میں تبلیغ کے لئے مقرر تھے ان کا بیٹا نہایت مخلص احمدی ہے۔ وہ آج کل کچھ ابتلاؤں میں ہے۔ اور مالی مشکلات اس پر آئی ہوئی ہیں۔ دوست دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات کو دور فرمائے۔ بہر حال جب فصل کٹنے کا وقت آیا۔ تو چونکہ سب گاؤں جو بڑا بھاری تھا۔ آریہ ہو چکا تھا۔ اور اس کے اپنے بیٹے بھی اسلام چھوڑ چکے تھے۔ اور وہ عورت اکیلی اسلام پر قائم تھی۔ اس لئے کوئی شخص اس کی کھیتی کاٹنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ انہوں نے اسے طعنہ دیا اور کہا کہ مائی تیری کھیتی تو اب مولوی ہی کاٹیں گے۔ احمدیوں کو دیہات میں مولوی کہا جاتا ہے۔

کیونکہ وہ قرآن اور حدیث کی باتیں کرتے ہیں تشریح میں ملکانہ میں بھی ہمارے آدمیوں کو مولوی کہا جاتا تھا۔ جس طرح یہاں ہمیں مرزائی کہتے ہیں اسی طرح وہاں مولوی کہا جاتا تھا۔ سرحد اور یو۔ پی میں عام طور پر قادیانی کہتے ہیں۔ جب یہ خط مجھے ملا۔ تو میں نے کہا۔ اب اسلام کی عزت تقاضا کرتی ہے کہ

مولوی ہی اس کی کھیتی کاٹیں

چنانچہ جتنے گریجوایٹ اور بیرسٹر اور وکیل اور ڈاکٹر وہاں تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ وہ سب کے سب جمع ہوں۔ اور اس عورت کی کھیتی اپنے ہاتھ سے جا کر کاٹیں۔ چنانچہ درجن یا ڈیڑھ درجن کے قریب آدمی جمع ہوئے۔ جن میں وکلاء بھی تھے۔ ڈاکٹر بھی تھے۔ گریجوایٹس بھی تھے۔ علماء بھی تھے

اور انہوں نے کھیتی کاٹنی شروع کر دی۔ لوگ ان کو دیکھنے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ اور تمام علاقہ میں ایک شور مچ گیا کہ یہ ڈاکٹر صاحب ہیں۔ جو کھیتی کاٹ رہے ہیں۔ یہ وکیل صاحب ہیں۔ جو کھیتی کاٹ رہے ہیں۔ انہوں نے چونکہ یہ کام کبھی نہیں کیا تھا۔ اس لئے ان کے ہاتھوں سے خون بہنے لگا۔ مگر وہ اس وقت تک نہیں بیٹھے جب تک اس کی تمام کھیتی انہوں نے کاٹ نہ لی یو۔ پی کے اضلاع میں یہ بات خوب پھیلی۔ اور کئی رئیس متواتر مجھے دلی میں ملے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم تو اس دن سے احمدیت کی قدر کرتے ہیں۔ جب ہم نے یہ نظارہ دیکھا تھا۔ اور ایک مسلمان عورت کے لئے آپ کی جماعت نے یہ غیرت دکھائی۔ کہ جب لوگوں نے اسے کہا۔ کہ اب مولوی ہی تیری کھیتی آکر کاٹیں گے۔ تو آپ

نے کہا۔ کہ اب دکھا دو کہ مولوی نہیں بلکہ ہر کا مولوی جائے گا۔ اور اس کی کھیتی کاٹے گا۔

تو ہمیشہ ہی ہم مسلمانوں کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ مگر ہمیشہ ان خدمات کو چھپاتے رہے ہیں۔ اور سمجھتے رہے ہیں۔ کہ ان خدمات کے اظہار کا کیا فائدہ۔ ہم نے جو کچھ کیا ہے۔ خدا کے لئے کیا ہے۔ انسانوں کے لئے نہیں کیا۔ مگر آج کہا جا رہا ہے۔ کہ احمدی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ یہ مسلمانوں کی کبھی خدمت نہیں کرتے۔ غرض اتنے بڑے جھوٹ اور افتراء سے کام لیا جاتا ہے۔ کہ اب ہم اس بات پر مجبور ہو گئے ہیں۔ کہ جماعت کے دوستوں سے یہ کہیں۔ کہ اچھا

تم بھی اپنی خدمات کو ظاہر کرو

چنانچہ اب جبکہ ہم نے اپنی خدمات ظاہر کرنی شروع کیں۔ مسلمانوں کی خدمت کا دعویٰ کرنے والے اپنے بلوں میں گھس گئے۔ اور کوٹھیوں میں بیٹھے رہے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے جو اسلامی جماعت کے دفتر کے قریب ہی رہتے تھے۔ اقرار کیا۔ کہ اسلامی جماعت والوں نے تو ہماری خبر بھی نہیں لی۔ اور یہ دو دو چار چار میل سے آئے۔ اور انہوں نے ہماری مدد کی۔ لطیفہ یہ ہے۔ کہ کراچی سے اطلاع ملی ہے۔ کہ وہاں بڑے زور سے پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ کہ لاہور میں جماعت اسلامی نے سیلاب کے دنوں میں بڑی بھاری خدمت کی ہے۔ اور وہاں اس قدر چرچا ہے۔ کہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ لاہور کو بچایا ہی اسلامی جماعت والوں نے ہے اور لاہور کے لوگوں کو اس کی خبر بھی نہیں۔

اگر وہ جھوٹا پراپیگنڈا کر سکتے ہیں۔ تو ہم سچا پراپیگنڈا کیوں نہیں کر سکتے۔ اسی طرح بنگال سے اطلاع آئی ہے۔ کہ وہاں جماعت اسلامی والے گھر گھر جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ یہ جماعت اسلامی نے آپ کے لئے چندہ بھجوایا ہے۔ وہ لنگی اور تہمند دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی کہتے ہیں۔ یہ جماعت اسلامی نے چندہ دیا ہے۔ آپ ووٹ جماعت اسلامی کو ہی دیں۔ حالانکہ وہ یہاں کہیں سنیوں سے چندہ لیتے ہیں کہیں شیعوں سے لیکر بھجواتے ہیں۔ مگر نام جماعت اسلامی کا مشہور کرتے ہیں۔

غرض اس زمانہ میں ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے۔ جو جھوٹ اور افتراء سے تم کو بدنام کرنا چاہتا ہے اب تمہارا بھی فرض ہے۔ کہ تم اور زیادہ جوش سے

ملک اور قوم کی خدمت کرو

اور اس خدمت کو ظاہر بھی کرو۔ اور دنیا کو بتا دو کہ ہم ملک اور قوم کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ مگر چونکہ ہمیں مجبور کیا جاتا ہے۔ کہ اپنی خدمات کو ظاہر کریں۔ اس لئے ہم ان کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور نہ ہمارے دل اس اظہار پر شرماتے ہیں۔

پس اپنے پروگراموں میں زیادہ سے زیادہ ایسے امور پر غور کرو۔ اور ایسی تجاویز سوچو جن کے نتیجہ میں تم ملک اور قوم کی زیادہ سے زیادہ خدمت بجا لاؤ۔ (الفضل [illegible])

خدام الاحمدیہ حضور کی آواز پر کان دھریں

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے خدام الاحمدیہ کے نوجوانوں کو خدمتِ سلسلہ کے لئے آگے بڑھنے کے لئے پکارا ہے۔ چاہیئے کہ تمام مجالس فوراً لبیک کہیں اور کوئی خادم تحریک جدید میں شمولیت سے باہر نہ رہ جائے۔

جو مجالس اپنے خدام سے چندہ تحریک جدید کے وعدے حاصل کر کے فہرستیں ۳۱ جنوری تک بھجوا دیں گے ایسے سابقون الاولون کے اسماء دعا کے لئے خاص طور پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھیجے جائیں گے۔

مجالس یہ یاد رکھیں کہ آئندہ علم احمدیت کا انعام پانے کا استحقاق کسی مجلس کو تبھی حاصل ہو گا (۱) انہوں نے دوسری مجالس سے پہلے تمام خدام سے وعدے لے کر ارسال کئے ہوں اس امر کی اجازت ہو گی کہ وہ ایک ماہ پہلے ہی وعدے لینے شروع کر دیں (۲) دیگر تمام مجالس سے پہلے انہوں نے سو فیصدی چندے مرکز کو روانہ کر دیئے ہوں (۳) غیر خدام کی بھی وعدے حاصل کرنے اور ان کے پورا کرانے میں مدد دی ہو۔

اے خدام! قبل اس کے کہ خدمت کا وقت جاتا رہے خدمتِ سلسلہ کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ وقت تھوڑا ہے اور کام زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا اجر بے اندازہ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق عطا کرے۔

خاکسار مرزا وسیم احمد نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ

جماعت احمدیہ غیروں کی نظروں میں

۱۔ زمیندار لکھتا ہے:-

"احمدی بھائیوں نے جس خلوص۔ ایثار جس جوش اور جس ہمدردی سے اس کام میں حصہ لیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے" (زمیندار ۸؍اپریل ۱۹۲۳ء)

۲۔ شیخ نیاز علی صاحب وکیل ہائیکورٹ لائلپور نے زمیندار میں لکھا کہ:-

"جو حقائق ارتداد کے متعلق بذریعہ اخبارات علم میں آچکے ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار اور کمربستگی۔ نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آرہا ہے وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانے میں بے مثال نہیں تو بے انداز عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت کر کے دکھائی ہے۔"

(زمیندار ۲۴؍جون ۱۹۲۳ء)

۳۔ سید آغا خاں حیدر وکیل سہارنپور نے لکھا:-

"راقم مرزائی نہیں اثنا عشری ہے قادیانی جماعت کی مساعی حسنہ اس معاملہ میں بے حد قابل تحسین ہیں۔ اور دوسری اسلامی جماعتوں کو بھی اس کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے۔"

(ہمدرد ۱۱؍اپریل ۲۳ء)

۴۔ اخبار در نجف نے لکھا:-

"احمدی جماعت قادیان کی خالص اسلامی خدمات کا اعتراف نہ کرنا پرلے درجے کی بے حیائی ہے امرتسر کے ایک ڈھیٹ اخبار نے ان کی نیت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے بے جا جھک ماری ہے۔ اگر قادیانی جماعت کا نصب العین اس سے احمدیہ تبلیغ ہے اور وہ دینِ خدا کی خدمت کر کے مسلمانانِ عالم پر اپنا احسان جتانا چاہتی ہے تو بسم اللہ۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ کیونکہ اس کا اثر نتیجہ ہوگا خدمات اسلام کا۔ پس ہر ایک ہمدردِ ملت بیقرار کو اس امر کا ولیس ہونا چاہیئے جس کا یہ نتیجہ ہے؟"

(در نجف ۱۸؍اکتوبر ۲۷ء)

۵۔ اخبار مشرق گورکھپور نے لکھا:-

"ہم جماعت احمدیہ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ سچا کام خدمت اسلام کا انجام دے رہی ہے۔ اور اس وقت ہندوستان میں کوئی جماعت اتنا اچھا اور مخلص کام نہیں کرتی کہ وہ ہر موقعہ پر مسلمانوں کو حفاظتِ اسلام اور لقائے اسلام کے لئے توجہ دلاتی رہتی ہو باوجود اختلافِ عقائد کے ہمارے دل پر اس جماعت کی خدمات کا گہرا اثر ہے۔ اور آج سے نہیں جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کے زمانہ سے اس وقت تک ہم نے کبھی اس جماعت کے خلاف زبان اور قلم سے نہیں نکالا۔"

(مشرق یکم ستمبر ۱۹۲۷ء)

۶۔ شدھی کو رد کرنے کے سلسلہ میں جو جدوجہد جماعت احمدیہ نے کی اس کا تحریک شدھی کے جاری کرنے والوں پر یہ اثر ہوا کہ سوامی شردھانند محرک شدھی کے جاری کردہ اخبار تیج کو شدھی کے معاملہ میں اپنی ناکامی کو دیکھتے ہوئے لکھنا پڑا:-

"میرے خیال میں تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ ٹھوس۔ مؤثر اور مسلسل تبلیغی کام کرنے والی طاقت احمدیہ جماعت ہے۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم سب سے زیادہ اس کی طرف سے غافل ہیں۔ بلا مبالغہ احمدیہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ ہے۔ جو بظاہر اتنا خوفناک معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے اندر ایک تباہ کن اور سیال آگ کھول رہی ہے جس سے بچنے کی کوشش نہ کی گئی تو کسی وقت موقع پا کر ہمیں بالکل جھلس دے گی۔"

(تیج ۵؍جولائی ۱۹۲۷ء)

۷۔ رسالہ Muslim World لکھتا ہے کہ:-

"یورپ میں عیسائیوں کی نازک حالت احمدیوں کو بہت سا ایسا سامان مہیا کر دیتی ہے جس سے وہ اس مذہب پر نکتہ چینی کر سکیں۔ اور اپنے مذہب کی برتری ثابت کریں۔ یہ عیسائیت کے خلاف اس قسم کی جارحانہ کارروائی کرتے ہیں۔ جیسے عیسائیت کی طرف سے ہوتی رہی ہے۔" (جلد ۲۱ صفحہ ۱۷)

۸۔ Islam at the Cross Road میں جماعت احمدیہ کا ذکر یوں کیا گیا ہے:-

"احمدیہ فرقہ کی تاریخ اس سے بہت مختلف ہے جو پنجاب میں پیدا ہوا اور ایک مدت تک وہاں عیسائی پادریوں کی کارروائیوں کا ردِ عمل ہے۔ اسلام میں صرف ایک ہی فرقہ ہونے کے لحاظ سے جس نے اسلام کو انگلستان میں پھیلانے کی کوشش کی۔ یہ خاص طور پر دلچسپ ہے۔" (صفحہ ۱۹)

درویشانِ مسیح سے خطاب

از حضرت علامہ غلام رسول صاحب راجیکی مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

زہے قسمت کہ دنیا میں فدائے قادیاں تم ہو
مسیحائے محمدؐ کے نشانوں میں نشاں تم ہو

تمہاری شانِ درویشی پہ قرباں تاجداری ہو
کہ محبوبِ خدا کے آستاں کے پاسباں تم ہو

خدا رکھے تمہیں رہتے جہاں تک قوم شاداں ہو
کہ اب دارالاماں میں یادگارِ عاشقاں تم ہو

یہی کہتا ہے روز و شب ہمارا دردِ مہجوری
کہ کاش ہم بھی وہاں ہوتے جہاں پر شادماں تم ہو

واں الوصل للعشاق راحتہم و فرحتہم
خوشا بختیکہ اس نعمت سے شاد و کامراں تم ہو

نہ چھوڑا آستانِ دلربا کو ان حوادث میں
جری اللہ کی جرأت کا اک تازہ نشاں تم ہو

تمہارے دم سے البتہ بچی رونق اس گلستاں کی
زمیں پر ضو فشاں تم ہو فلک پر کہکشاں تم ہو

نہیں سمجھی تو آخر ایک دن اب یہ سمجھے گی
کہ اک قطرہ نہیں ہو بلکہ بحرِ بیکراں تم ہو

بڑھاپے نے جنہیں حسرت کی صورت میں بدل ڈالا
ہماری ان تمناؤں کا عزمِ نوجواں تم ہو

جہاں تک بن پڑا ہم نے دکھائی راہ ہدایت کی
مگر اب دیکھنا ارضِ جہاں کے پاسباں تم ہو

خدا مجھو استقامت جھکنے نہ پائے پرچمِ ایماں
معمارِ زندگی میں اب خدا کے پہلواں تم ہو

وفائے عہد کو رسوا نہ کرنا بیٹھو دکھلا کر
کہ میدانِ وفا میں یادگارِ رفتگاں تم ہو

کبھی دنیا کے بدلے بیچ اپنا آپ کھو دینا
خدا کے ہاتھ جو بکتی ہے وہ جنسِ گراں تم ہو

کبھی یوسف نہیں بنتا جو زندانوں سے بچتا ہے
ہوا کیا اس زمانہ میں جو وقفِ امتحاں تم ہو

مبارک ہو تمہیں اس منزلِ محبوب کا رستہ
وہی ہے تخت گاہِ احمدِ مرسل جہاں تم ہو

تعلیم الاسلام کالج کا افتتاح بقیہ صفحہ ۵

پھر اس سے سعادت مندی کی توقع عبث ہے۔ دنیا میں نیکی اور اس کا پھیلاؤ ذریعہ یہ ہے کہ ہر ایک مذہب کا بھی پیرو ہو اس کو زبانی وعود تک ہی محدود نہ رکھے بلکہ اس پر عمل کر کے دکھائے۔ اس لئے اسلام نے اس امر کو بہت عظمت دی ہے۔ کہ انسان کا جو بھی عقیدہ ہے اس پر وہ عامل ہو کیونکہ اقوال کے قول اور عمل میں مطابقت دنیا میں تبلیغ اور تحفظ کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔ پس اسلام پر عمل اس کالج کے پڑھنے والوں کے لئے بے حد ضروری ہے ہر طالب علم کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے مخصوص مسلک کے مطابق اسلامی تعلیم اخلاق پر عمل پیرا ہو لیکن یہ ضرور دیکھنا چاہیئے کہ تعلیم الاسلام کو بحیثیت ادارہ کے نظر انداز نہ کرے۔ مثال کے طور پر اگر کالج میں نماز کی تنظیم کی جاتی ہے تو ہر طالب علم کا فرض ہے کہ نماز پڑھے ضروری نہیں کہ وہ احمدی امام کے پیچھے پڑھے۔ وہ اپنے طریق کے مطابق پڑھے۔ اپنے ہی میں سے کسی کو امام بنا کر پڑھے لیکن نماز پڑھنے سے کسی حال میں گریز نہ کرے۔ بلکہ تم میں سے ہر ایک کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ یہ تعلیم الاسلام کالج ہے۔ اور اس کی روایات کو برقرار رکھنا آپکی ذمہ داری میں شامل ہے۔ اس کالج کی مخصوص روایات تم سے مطالبہ کرتی ہیں۔ کہ تم عملی مسلمان بنو۔ خواہ وہ عمل کسی بھی فرقے کے مسلک کے مطابق کیوں نہ ہو حضور نے اس امر کو بھی واضح فرمایا کہ مختلف فرقوں کے درمیان عقائد کی باریکیوں میں تو فرق ہو سکتا ہے لیکن جہاں تک اسلامی فضائل اخلاق کا تعلق ہے اس میں فرق کا سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ نمازیں پڑھنا اور دیگر اوامر پر عمل کرنا اپنے آپکو متصف کرنا سب کے نزدیک مسلم ہے۔

سیرت سازی کی تلقین

خطاب جاری رکھتے ہوئے حضور نے آخر میں اس امر کو واضح فرمایا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہی انسان کا کیرکٹر بنایا بگاڑا جاتا ہے چنانچہ حضور نے غفلت و تساہل اور تضییع اوقات کی جیسی عادتوں سے بچنے کی تلقین کی۔ نیز اس بات پر زور دیا کہ تعلیم الاسلام کالج کے طلباء کو دوسروں کی نقل کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر وہ دوسروں کی نقل کریں گے تو اس سے ان کے اپنے دین کی وقعت دوسروں کی نگاہ میں گر جائیگی۔ جو لوگ اپنے طور طریق اور لباس وغیرہ میں یورپ والوں کی نقل کرتے ہیں اہل یورپ کی نگاہ میں ایسے لوگوں کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ بظاہر وہ انہیں مہذب گردانتے ہیں لیکن اپنے دل میں انہیں حقیر جانتے ہیں۔ کہ یہ لوگ تہذیب خود کی صلاحیت سے بے نصیب ہیں۔ اسلئے انکے اپنے دل حلقہ مسخر ہو جاتے ہیں۔ پس طلباء کو چاہیئے کہ وہ اپنی اسلامی انفرادیت کو برقرار رکھیں اور حسن اخلاق کا ایک ایسا نمونہ دکھائیں۔ کہ پھر دنیا ان کی نقال ہو۔ اور خود ان کے لئے یہ ضرورت ہو کہ وہ اپنے ہی مسلک کے کسی اور کی نقالی کرتے نہ رہیں۔ اس کے بعد حضور نے ایک پرسوز دعا کرائی۔ کہ اللہ تعالیٰ تعلیم الاسلام کالج میں پڑھنے والوں کو اس مقصد کو پورا کرنے والا بنائے جس مقصد کیلئے یہ قائم کیا گیا ہے تا یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے شاگرد ثابت ہوں۔ اور دنیا کو اسلام کا سچا چہرہ دکھلانے والے بنیں۔

اس کے بعد حضور کالج کے ہال سے باہر تشریف لے آئے

مسجد مبارک قادیان

اور

الہامات کی روشنی میں اس کی عظیم شان

(از حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی)

> جو شخص بیت الذکر (مسجد مبارک ۔ ناقل) میں باخلاص و قصد تعبد و صحتِ نیت و حسنِ ایمان داخل ہوگا وہ سوءِ خاتمہ سے امن میں آجائے گا۔ (براہین احمدیہ)

بنائے مسجد مبارک اور اس کی حیثیت

مسجد مبارک جس کی عظمت شان کا ذکر بار بار الہام الٰہی میں آتا ہے۔ ۱۸۸۳ء میں تعمیر کی گئی تھی۔ ابتدائی مسجد مبارک در اصل کوچہ پر بنی ہے۔ جس کی شمالی دیوار خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات کی دیوار پر اور جنوبی دیوار حضور کے شرکاء کے افتادہ خراس کی دیوار پر ہے۔ مسجد مبارک قدیم کے حجرۂ امام الصلوٰۃ پہلے کمرہ۔ دوسرے کمرہ اور غسلخانہ کی تقسیم کی دیواروں کے نیچے ڈاٹیں لگی ہوئی ہیں۔ اگر کوچہ میں کھڑے ہوں تو مسجد مبارک قدیم کے اوپر کے چاروں حصوں کی تقسیم اصل شکل میں نظر آجاتی ہے۔ یہ سب ڈاٹ اور یہ چھت اور شہتیر بعینہٖ اصل شکل پر ہیں۔ اور قدیمی ہیں۔ ابھی تک ان میں کوئی تغیر نہیں کیا گیا۔

مسجد مبارک کی شکل ۱۸۹۵ء میں

مسجد مبارک کی جو شکل ۱۸۹۵ء میں تھی جبکہ میں پہلی بار زیارت قادیان سے مشرف ہوا۔ اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں قبول کیا گیا۔ یوں تھی۔

جانب غرب ایک چھوٹا سا حجرہ جو شمالاً جنوباً ۴ فٹ ۶ انچ (آثاروں کے اندر اندر) اور شرقاً غرباً ۴ فٹ ۷ انچ (آثاروں کے اندر اندر) تھا۔ اس حجرہ میں دو کھڑکیاں اور ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ ایک جالیدار کھڑکی غربی دیوار میں تھی۔ جو آجکل بھی اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ اور یہ اس وقت شرکاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام (یہ مکان بعد میں شرکاء سے جو الہام میں حامیق کے نام سے پکارے گئے ہیں خرید لیا گیا تھا اور عرصہ دراز سے نظارت بیت المال کے دفتر کے طور پر زیر استعمال ہے) کے مکان کی چھت پر کھلتی تھی۔ دوسری کھڑکی شمالی دیوار میں تھی۔ اور اب بھی کسی قدر تغیر کے ساتھ وہیں موجود ہے۔ فرق صرف یہ ہوا ہے کہ پہلے یہ کھڑکی گلی میں کھلتی تھی۔ اور اس کے سامنے کوئی روک دتھی۔ مگر ۱۹۳۴ء کے جلسہ کے قریب کے زمانہ سے (احرار کے فتنہ کے باعث) اس کو کسی قدر نیچا کر کے ایک راستہ کی شکل دیدی گئی ہے اس مد سے اب وہ گلی میں نہیں کھلتی۔ بلکہ ایک بند گلی میں کھل کر الدار کے اندر آنے کا راستہ بناتی ہے۔ یہ تغیر سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے مدنظر کیا گیا تھا۔ اور صرف ایام جلسہ میں یا کسی اور خاص موقعہ پر یہ کھڑکی حضور کی آمد و رفت کے کام آتی تھی۔

مسجد مبارک کے حجرہ کی دیوار پر مرقوم الہام

مسجد مبارک تین حصوں پر مشتمل تھی ایک حجرہ جس کا اوپر ذکر ہوا اور دو اور کمرے۔ حجرہ اور اس کے ملحق کمرے کے درمیان دروازہ بھی بالکل چھوٹا سا بلکہ ایک کھڑکی ہی کے برابر کا جنوبی کونہ میں تھا۔ نہ دروازہ کی طرح کھلا تھا نہ اونچا۔ جھک کر اندر داخل ہونا پڑتا تھا۔ اور شمالی کونہ میں اس طرح تھوڑی سی جگہ نکلتی تھی۔ اور یہی وہ جگہ ہے جہاں بعد میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ایک شخص کی نماز کے وقت اپنا دہی سے بچنے کی خاطر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ سیالکوٹی امام الصلوٰۃ کے ساتھ دائیں طرف کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے تھے۔ اس حجرہ کی شرقی دیوار کے شرقی جانب یعنی مسجد مبارک کے دوسرے کمرہ کی طرف اوپر چھت کے قریب من دخلہ کان اٰمناً۔ ان الدین عند اللہ الاسلام ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین۔ اللّٰھم صل علٰی محمد وعلٰی اٰل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔ مبارک ومبارک وکل امر مبارک یجعل فیہ ارخانیا ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار مرقوم تھا۔ اب یہ عبارت آخری ایام خلافت اولیٰ یا ابتدائی زمانہ خلافت ثانیہ سے ایک لکڑی کے پھٹے یا تختہ پر لکھی ہوئی حجرہ والی آخری مغربی دیوار کے اندرونی حصہ میں آویزاں ہے۔

مسجد مبارک کا وسطی کمرہ واقع بیت الفکر کی جانب جنوب اور حجرہ کے جانب مشرق

دوسرا حصہ مسجد مبارک اس حجرہ کی جانب شرق واقع تھا۔ اور حجرہ اور اس کے حصہ کو ایک دیوار جدا کرتی تھی۔ اس حصہ کا طول شرقاً غرباً ۹ فٹ ۱۱ انچ اور عرض شمالاً جنوباً ۱۱ فٹ ۸ انچ تھا۔ اس میں دو کھڑکیاں اور دو دروازے کھلتے تھے۔ ایک تو وہی کھڑکی یا دروازہ مذکورہ بالا جو حجرہ میں کھلتا تھا اور دوسرا دروازہ مشرقی حصہ اور اس کی درمیانی دیوار میں تھا ایک کھڑکی جو مسجد مبارک کی شمالی دیوار میں ہے بیت الفکر میں سے (جو مسجد مبارک کے شمالی جانب واقع ہے) مسجد مبارک کے اس حصہ میں کھلتی تھی۔ جس میں سے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لایا کرتے تھے اور یہ کھڑکی اس وقت (۱۹۵۲ء) تک بعینہٖ اپنی اصل شکل میں قائم ہے۔ انہی پرانی چوکھٹوں پر اس کے کواڑ قائم ہیں۔ جن کے کھلنے اور بند ہونے پر پہلے جیسی ہی آواز نکلتی ہے۔ اور وہی کواڑ ہیں۔ اس زمانہ میں مضبوطی اور چوری چکاری سے حفاظت کی خاطر سنگلیاں لگا دی جاتی تھیں تاکہ کواڑ دوں کو اکھیڑا نہ جا سکے۔ ان ایام میں قبضوں کے استعمال کا رواج نہ تھا۔ بیت الفکر اور اس کے ملحقہ شمالی کمرہ یعنی دالان حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا یعنی سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مابین کے دروازے کے کواڑ اور ان کی سنگلیاں اور چوکھٹیں بھی وہی چلی آتی ہیں۔ حضور جب نماز کی خاطر مسجد میں آنے کے لئے اس دروازہ کو کھول کر بیت الفکر میں داخل ہوتے تو ہم نمازی دروازے کی آواز سن کر ہوشیار ہو جاتے۔ کہ اب حضور تشریف لا رہے ہیں۔ دوسری کھڑکی جنوبی دیوار میں لگی ہوئی تھی۔ جو ان ایام میں ایک ویران خراس کے کھنڈر کی طرف کھلتی تھی۔ جو مرزا نظام الدین وغیرہ کی ملکیت تھا۔ اور بعد ازاں ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء میں اسے خرید کر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اوپر کے حصہ کو مسجد مبارک میں اور نچلے حصہ کو دفاتر میں تبدیل فرما دیا تھا۔ اور اس توسیع کو آجکل مسجد مبارک کی توسیع اول کا نام دیا جاتا ہے۔ سو مسجد مبارک کا یہ دوسرا حصہ وہ ہے۔ جس میں ابتداً تو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صف اول میں کھڑے ہو کر صف کے بالکل دائیں جانب بیت الفکر سے مسجد مبارک کے پہلے کمرہ میں کھلنے والی کھڑکی کے قریب دیوار شمالی کے ساتھ لگ کر نماز با جماعت ادا فرمایا کرتے۔ کھڑکی کے قریب اسی جگہ پر حضور مجلس بھی تشریف فرما ہوتے اور دربار لگتا تھا۔ حضور اسی جگہ پر تشریف فرما تھے جبکہ مجھے پہلی بار حضور کی زیارت کی توفیق عطا ہوئی۔ ان دنوں اس حصہ میں ہوگا دو صفیں کھڑی ہوتی تھیں اور بعد میں فرورتاً تین بھی کھڑی ہوتی رہی ہیں۔

مسجد مبارک کا تیسرا حصہ

مسجد مبارک کا تیسرا حصہ (جو شرقاً غرباً ۹ فٹ ۴ انچ اور شمالاً جنوباً ۱۱ فٹ ۵ انچ تھا) مذکورہ بالا کمرہ اول کے مشرقی جانب واقع تھا۔

اور ان دونوں حصوں کے درمیان ایک دیوار حائل تھی اور ایک دروازہ جو قریباً درمیان میں تھا۔ ان کو باہم ملاتا تھا۔ اور اس تیسرے حصہ میں ایک کھڑکی جنوبی دیوار میں جو وہ بھی اسی ویران خراس کے کھنڈر میں کھلتی تھی۔ اور تین دروازے تھے۔ جن میں سے ایک مسجد کے درمیانی حصہ میں کھلتا تھا اور باقی دو میں سے ایک نیچے سے اوپر آنے والی سیڑھیوں کا اور دوسرا وہ جو غسل خانہ میں کھلتا تھا۔

سُرخی کے نشان والا غسل خانہ

اسی غسلخانے والے کمرہ کو یہ عزت حاصل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی قلم کی سرخی کے نشانات عالم وجود میں نمودار ہو کر حضور پُر نور کے کُرتے اور حضرت میاں عبد اللہ صاحب رضی اللہ عنہ سنوری کی ٹوپی پر پڑے تھے ۱۸۹۵ء میں میں نے دیکھا کہ اس کمرہ میں غسل اور وضو کے لئے پانی رکھا ہوتا تھا۔

مسجد مبارک کی چھت پر پہنچنے کا راستہ

مسجد مبارک کی چھت پر پہنچنے کے لئے غسلخانہ میں سے ہو کر گول کمرہ کی چھت پر اور وہاں سے غسل خانہ کی چھت پر اور وہاں سے مسجد مبارک کی چھت پر جانا پڑتا تھا۔ اس غسلخانہ کے اندر مشرقی حصہ میں لکڑی کی سیڑھی تھی جس کے ذریعہ گول کمرہ کی چھت پر جاتے تھے۔ اور پھر گول کمرہ کی چھت سے دوسری سیڑھی کے ذریعہ سے اس غسلخانہ کی چھت پر جاتے تھے۔ اور چونکہ غسل خانہ کی چھت اصل مسجد سے نیچی تھی۔ اس لئے ایک تیسری سیڑھی تھی جس سے ہم مسجد کی چھت پر جاتے تھے۔ مگر توسیع اول (۱۹۰۷ء) کے وقت غسلخانہ کا فرش اور چھت اونچے کر دیئے گئے۔ (غسلخانہ کا فرش اوپر سے اونچا کیا گیا۔ کوچہ کی طرف چہرہ ہے وہ قدیم ہے۔ اس میں کوئی تغیر نہیں کیا گیا) اور ایک نئی سیڑھی مسجد مبارک کے اوپر کھلنے لگی جو کہ غسلخانہ اور گول کمرہ کی چھت والے حصہ میں ہے +

غسلخانہ کی دیوار پر کشتی کی شکل

مسجد مبارک کے تیسرے حصہ کی آخری دیوار پر مشرقی جانب یعنی غسل خانہ کی چھت سے اوپر جو حصہ دیوار تھا اس پر کشتی کی شکل بنی ہوئی تھی۔ اور کچھ اور بھی لکھا تھا۔ جس میں سے

محمد عربی کابروے ہر دو سرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک برسر است

لکھا ہونا یاد ہے۔

الدار کا قدیمی اور دوسرا دروازہ مسجد مبارک کی طرف سے

آجکل جو دروازہ مسجد مبارک کے بالکل مشرقی حصہ میں سے الدار کو کھلتا ہے یہ دروازہ پہلے نہ تھا۔ بعد میں کھولا گیا ہے۔ پہلے زمانہ میں اس دروازہ کے اندر کے حصہ میں ایک لکڑی کی سیڑھی ہوا کرتی تھی۔ جس کے ذریعہ سے حضور پُرنور اندرون الدار سے مسجد مبارک کی بالائی منزل پر تشریف لاتے اور لے جاتے تھے۔ ایک دروازہ مسجد مبارک کی اصل چھوٹی سیڑھیوں سے اندرون الدار کے صحن میں جانے کا تھا وہ آج کل بند ہے (کیونکہ [illegible] صحن کے جنوبی حصہ میں مسجد مبارک کی چھوٹی سیڑھیوں سے متصل کمرہ اور برآمدہ بنوا لیا گیا (جو اب بھی موجود ہے) اور یہ دروازہ بند کروا کے موجودہ دروازہ لگوا لیا گیا) جو آجکل مسجد مبارک پہلی منزل کے بالکل مشرقی حصہ سے الدار میں کھلتا ہے۔

غسلخانہ کی شمالی کھڑکی

غسل خانہ کی شمالی دیوار میں اب جو کھڑکی دکھائی دیتی ہے۔ یہ ابتداء میں نہیں تھی۔ کیونکہ اس کے سامنے الدار کے اندر جانے کا دروازہ پڑتا تھا۔ جس سے بے پردگی کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ جب مولوی محمد علی صاحب نے غسلخانہ کو اپنا دفتر بنایا تو اس وقت ہوا کی آمد و رفت کی خاطر وہاں کھڑکی بنوائی تھی۔

مسجد مبارک کی توسیع اوّل

مسجد مبارک کی توسیع اوّل (۱۹۰۷ء) کے وقت کمروں کی درمیانی دیواریں اُٹھا دی گئیں البتہ حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحبؓ نے ایک ستون رہنے دیا جو مسجد کے ستونوں میں سے سب سے شمالی طرف ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ آئندہ نسلوں کو ابتدائی مسجد کی حد سمجھنے میں آسانی رہے۔

توسیع اول حضرت مسیح موعودؑ کی نماز پڑھنے کی جگہ

توسیع اول کے بعد وصال تک امام ساتھ نئی محراب میں کھڑے ہو کر حضور پُرنور نماز ادا فرماتے تھے اور یہی وہ محراب ہے جس کی جگہ ثانی (۱۹۴۴ء) کے وقت سے (لا [illegible] الفضلہ) مرقوم نظر آتا ہے۔ اور ۱۹۴۴ء والی توسیع کے بعد سے موجودہ محراب جو لا داد للفضلہ والی محراب سے جنوبی جانب ہے تیسری جگہ ہے جو امام کے لئے مقرر ہوئی ہے۔

مسجد مبارک کی تعمیر کا باعث

چند قدم کے فاصلہ پر مسجد اقصیٰ موجود تھی جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام باجماعت نماز میں شرکت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے پھر مسجد مبارک کی بناء کی کیوں ضرورت پیش آئی؟ ہم غور کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا ارشاد یہ ہے کہ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى سے اور اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى ہوا لتقویٰ اسس بنیانہ علی التقویٰ من اللہ ورضوان۔ تقویٰ کا مسجد کی تعمیر کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی پر ہونی چاہئے یعنی تعمیر کرنے والے کا مقصد محض اور محض تقویٰ اور رضائے الٰہی کا حصول اور ترغیب و تحریک تقویٰ اور [illegible] غرض و [illegible] اور بجا طور پر (اسے اگر یہ نہ ہو تو ظاہری [illegible]) امر کی ضمانت نہیں ہو سکتی کہ وہ مسجد کی غرض و غائت کو پورا کر دے گی۔ ورنہ ہر امیر کبیر اور بادشاہ سینکڑوں مساجد کی تعمیر کرا کے ثواب کے انبار جمع کر سکتا ہے۔ جو بدیہی طور پر غلط ہے۔ انما الاعمال بالنیات چنانچہ ایک تعمیر کردہ مسجد کو منہدم کر دیا گیا کیونکہ اس کی اساس تقویٰ اور رضائے الٰہی نہ تھی بلکہ ارشاد الٰہی نے اسے ضرر۔ کفر اور تفرقہ اندازی وغیرہ کا گڑھ اور اعداء اللہ کے لئے رصدگاہ قرار دیا اور اس کے بنانے والوں کی جھوٹی قسمیں کھانے والے، بد ارادہ، ناپاک اور مسجد کی تعمیر کو تباہ کن قرار دیا اور آنحضرت صلعم کو ایسی مسجد میں کھڑا ہونے سے منع فرمایا (سورۃ توبہ)

سو ہم سوچتے ہیں کہ مسجد مبارک کی اساس کیونکر تقویٰ پر تھی۔ یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ حضور جہاد اسلام میں مصروف تھے اور طاغوتی افواج کا تن تنہا ایک لشکر جلیل کی حیثیت میں مقابلہ کر رہے تھے۔ آپ اتنی محنت شاقہ برداشت کرتے تھے کہ ایک دفعہ کشف میں ایک گذشتہ نبی نے آپ کو اتنی محنت شاقہ کرنے سے منع فرمایا۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ کا مظہر تام بن رہے تھے۔ آپ کی پہلی تصنیف لطیف براہین احمدیہ نے دشمن کے کیمپ میں کھلبلی مچا دی تھی۔ اس جہاد عظیم میں آپکا ایک لحظہ بھی ضائع ہونا اس جہاد کو نقصان پہنچانے کے مترادف تھا۔ آپ ایک لشکر اسلام تیار کر رہے تھے۔ ساتھ ہی گولہ بارود بھی۔ لشکر اسلام نو آموز رنگروٹ کی حیثیت رکھتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ۔ اگر تو وہ بزرگ مسیح ہے کہ جس کا وقت ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا۔ انہی نیک مقاصد کے پیش نظر کہ آپ کی تمام اسلامی دنیا میں اخلاص تعبد اور صحت نیت اور حسن ایمان اور امن و امان کے قیام کا موجب ہوں آپ کی طرف سے اس مسجد کی تاسیس ہوئی۔ مسجد اقصیٰ میں (۱۸۸۳ء میں) اس لحاظ سے کشش نہ تھی کہ وہاں کے امام الصلوٰۃ اور نمازی اس پایہ کے ہوں کہ جن کی مجلس حضور کے لئے مفید بن سکتی ہو۔ یا وہ حضور کی کثرت صحبت سے اعلیٰ درجہ کے انصار اللہ بن سکتے ہوں یا ان کی ایسی کثرت ہو کہ حضور کا ان میں بار بار شامل ہونا جہاد اسلامی کے لئے مفید بن سکتا ہو۔ اس لئے حضور کا گھر سے دور مسجد میں بار بار جانا یقیناً وقت کا تحفظ نہ تھا۔ اس لئے گھر کے ملحق مسجد مبارک کی تاسیس ہوئی تاکہ کام میں سہولت حاصل ہو۔ یہ مسجد تصنیف کے کمرہ (بیت الفکر) کے ملحق ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد اور حضور کے گھر بھی انہی نیک مقاصد کے پیش نظر ملحق تھے۔ اور بعد میں جب جس وقت وہ فوائد جو پہلے مسجد اقصیٰ سے حاصل نہ ہوتے تھے ہونے لگے تو ان اوقات میں حضور وہاں تشریف لے جاتے تھے۔

الہام الٰہی میں مسجد مبارک کا ذکر

مسجد مبارک کی اہمیت اس کی تاسیس کی ضرورت حقہ اور فوائد اور برکات کا ذکر بار بار الہامات الٰہیہ میں آتا ہے۔ جس سے اس کی رفعت شان اور فوائد کی حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ کن نیک جذبات کے ماتحت اس کی تعمیر ہوئی اور ان نیک جذبات کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ چنانچہ ۱۸۸۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا: الم نشرح لک صدرک الم نجعل لک لہ کل امر۔ بیت الفکر و بیت الذکر ومن دخلہ کان امناً .... کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا؟ کیا ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی؟ کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔ اور جو شخص بیت الذکر میں باخلاص و تعبد و صحت نیت و حسن ایمان داخل ہوگا وہ سوء خاتمہ سے امن میں آجائے گا۔

" بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے۔ اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے کہ جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔"

" اور آخری فقرہ مذکورہ بالا اسی مسجد کی صفت میں بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ حروف سے بنائے مسجد کی تاریخ بھی نکلتی ہے۔ اور وہ یہ ہے مبارک ومبارِک وکل امر مبارک یجعل فیہ یعنی یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے۔ اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جائے گا۔"

(براہین احمدیہ جلد چہارم حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۵۵۸، ۵۵۹)

۲۸ اگست ۱۸۸۳ء کو حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

" شاید پرسوں کے دن یعنی بروز سہ شنبہ مسجد کی طرف کی گئی تو اسی وقت خداوند کریم کی طرف سے ایک اور فقرہ الہام ہوا اور وہ یہ ہے۔ فیہ برکات للناس۔ یعنی اس میں لوگوں کے لئے برکتیں ہیں۔"

(مکتوبات جلد اول صفحہ ۵۳ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۰۴)

اسی طرح حضور تحریر فرماتے ہیں کہ

" اس مسجد کے بارے میں پانچ مرتبہ الہام ہوا۔ منجملہ ان کے ایک نہایت عظیم الشان الہام ..... فیہ برکات للناس ومن دخلہ کان آمناً۔

(مکتوبات جلد اول صفحہ ۵۸ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۰۱ حاشیہ)

ان الہامات سے ظاہر ہے کہ انشراح صدر سہولت امر کا میسر آنا وہ دونوں کا پہلے ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور لف و نشر مرتب کے طور پر دو باتوں کا ذکر فرمایا۔ پہلے بیت الفکر جو انشراح صدر کے نتیجہ میں تصانیف کا باعث بن رہا تھا۔ دوسرا سہولت امر جس کے لئے بطور مثال بیت الذکر (مسجد مبارک) کا ذکر فرمایا۔ اور غور کیا جائے۔ تو بیت اللہ شریف کے بالالفاظ دیگر نیک مقاصد بیان ہوئے ہیں۔ اور ہر مسجد بیت اللہ شریف کا ظل ہوتی ہے۔ اور جتنی جتنی ظلیت اس میں پائی جاتی ہے اتنی اتنی ہی برکات اس میں ہوتی ہیں۔ الہامات نے مسجد مبارک میں شدت ظلیت کے پائے جانے کی خبر دی ہے۔

امید ہے کہ جلسہ سالانہ پر آنے والے احباب مسجد مبارک کی برکات سے متمتع ہوں گے۔ اور اس کے علاوہ بیت الدعا، مسجد اقصیٰ اور بہشتی مقبرہ جیسے مقامات پر بھی سلسلہ کی ترقیات، سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و عافیت اور حیات و بقاء میں فائز المرامی اور مبلغین اور کارکنان سلسلہ کی خدمات کے بابرکت ہونے کے لئے دعائیں فرمائیں گے۔ میں جلسہ سالانہ تک ربوہ میں ہوں احباب میرے لئے بھی دعا فرمائیں کہ خیریت سے قادیان واپس آ جاؤں۔ اور خاتمہ بالخیر ہو۔ آمین۔

گاندھی جی کی کانگرسی وزراء کو ایک زریں نصیحت

از جناب مولوی برکات احمد صاحب بی۔اے ناظر امور عامہ قادیان

مکرم مولوی صاحب نے باوجود علالت طبع کے یہ مضمون رقم فرمایا ہے۔ احباب ان کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔ (ایڈیٹر)

جناب گاندھی جی نے ۱۹۳۷ء میں کانگرسی وزراء اور کارکنوں کو ایک نہایت مفید اور کارآمد نصیحت کی تھی جس کا اردو ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:-

"ایسا نہ ہو کہ کانگرس کے آدمی یہ خیال کریں کہ سادگی کی اجارہ داری انہی کے پاس ہے۔ اور یہ کہ ۱۹۲۰ء میں انہوں نے پتلون اور کرسیوں کے استعمال کو ترک کر کے غلطی کی تھی۔ اس ضمن میں میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کی مثالیں پیش کرتا ہوں۔ رامؑ اور کرشنؑ قبل از زمانہ تاریخ کے نام ہیں۔ اس لئے ان کو مثال کے طور پر پیش نہیں کر سکتا۔ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ (رانا) پرتاپ اور سیوا جی بھی بہت سادگی سے گذر اوقات کرتے تھے۔ مگر اس امر میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ کہ جب ان کو طاقت حاصل ہوئی تو انہوں نے کیا طریق اختیار کیا۔ لیکن پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارہ میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ دنیا کی دولت اور اموال ان کے قدموں پر ڈال دیئے گئے۔ لیکن پھر بھی جس سادگی اور شدت اور زہد کی زندگیاں انہوں نے گذاریں ان کی مثال تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ عمرؓ نے تو یہاں تک شدت اختیار کی۔ کہ اپنے دور دراز کے صوبوں کے گورنروں کو بھی سوائے بغیر چھلنی کے چھنا ہوا موٹا آٹا اور موٹا کپڑا استعمال کرنے کے اور کسی چیز کی اجازت نہ دی۔

کانگرسی وزراء اگر اس سادگی اور اقتصاد کو قائم رکھیں گے۔ جس کی عادت ان کو ۱۹۲۰ء میں پڑی تھی۔ تو وہ ہزاروں روپیہ کی بچت کریں گے اور اس طرح نہ صرف غریبوں کی امیدیں ان سے وابستہ ہو جائیں گی بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ سرکاری ملازمتوں کا رجحان بھی تبدیل کر دیں۔

یہ بتانا میرے لئے ضروری نہیں کہ سادگی کا مطلب پھٹے پرانے کپڑے نہیں۔ سادگی کے باوجود بھی خوبصورتی اور فن کا اظہار ہو سکتا ہے۔ صاف ستھرا اور باوقار رہنے کے لئے روپیہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

(ترجمہ از انگریزی بحوالہ اخبار سن رائز لاہور مورخہ ۲۴ رجولائی ۱۹۳۷ء)

صرف لباس میں سادگی ناکافی ہے

یہ خوشی کی بات ہے کہ گاندھی جی کی اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کانگرسی وزراء اور کارکنوں نے اپنے لباس کو بہت حد تک سادہ بنایا ہے۔ لیکن سادگی کا مفہوم صرف شدہ کھدر پہن لینے سے ہی پورا نہیں ہوتا۔ اس کے لئے طرز بود و ماند میں ہر اعتبار سے تبدیلی کی ضرورت ہے۔ جس میں کھانا۔ مکان اور اس کا فرنیچر۔ شادی بیاہ کی رسومات۔ تفریحی رجحانات غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی کا اختیار کرنا شامل ہے۔

کوتاہ نظری

گاندھی جی نے سادگی اختیار کرنے کے لئے بجا طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس خلفاء کی مثالوں کو پیش کیا ہے۔ لیکن ان کی توجہ زیادہ تر ملبوسات کی سادگی کی طرف گئی ہے۔ اگر وہ پیشوایان اسلام کی زندگی کے متعلق جملہ تفصیلات پر غور کرتے اور ان کو اپنے لئے اور اپنے زیر اثر لوگوں کے لئے مشعل راہ بناتے تو آزادی ہند کے بعد ملک میں ایک صحت مند انقلاب پیدا ہو جاتا۔ اور کمیونسٹوں کے فروغ پانے کے لئے جو میدان اب نظر آ رہا ہے وہ دکھائی نہ دیتا۔

سادگی کا اصل مفہوم

کیا صرف شدہ کھدر کے کپڑے استعمال کرنے سے سادگی کا مفہوم پورا ہو سکتا ہے۔ جبکہ بہت سے کانگرسیوں کی طرف سے مکانات اور ان کے فرنیچر پر ہزاروں روپے صرف کئے جا رہے ہوں۔ روزانہ دستر خوان پر انواع و اقسام کے کھانے چنے جاتے ہوں۔ اور ایک ایک گھر میں مستورات کا لباس مع گوٹہ کناری اور زیورات کے ہزاروں لاکھوں کی مالیت تک کا ہو۔ پھر شادی بیاہ کی رسومات اور سینما و تھیٹر کی تفریحات کے لئے بدستور آنکھیں کھلی جاری ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس خلفاء نے نہ صرف لباس میں سادگی اختیار کرنے کے لئے بہترین نمونہ دکھایا اور تلقین کی۔ بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی کا عمدہ نمونہ اور تعلیم پیش کی۔ اور اسلامی سوسائٹی کے مختلف اجزاء کو اس رنگ میں سمویا کہ غریب اور امیر کا فرق کم سے کم ہو گیا اور سب کچھ امراء کے دلوں میں غریبوں کے لئے حقارت اور غرباء کے دلوں میں امیروں کے لئے نفرت کے جذبہ کے پرورش پانے کے بغیر وقوع میں آ گیا۔

سازگار فضاء و ماحول اور اس کی ضرورت

آج بھی اسلام کے زکوٰۃ و صدقات ورثہ اور ممانعت سود کے احکام امراء کو غرباء کی سطح کے قریب لانے اور ان کی سادگی اختیار کرانے میں محد ہو سکتے ہیں۔ بے شک گاندھی جی نے کانگرسی وزراء کو سادگی اختیار کرنے کا پرچار کیا۔ لیکن کوئی چیز سازگار فضاء اور ماحول تیار کئے بغیر پنپ نہیں سکتی۔

اگر گاندھی جی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم پر گہری نظر ڈالتے۔ اور اس سادگی بخش تعلیم کو زندگی کے ہر شعبہ میں رائج کر کے سادگی کے لئے میدان اور فضاء کو سازگار بناتے تو آج بڑے بڑے کانگرسیوں کی سادگی صرف شدہ کھدر کے پہناوے کے ارد گرد چکر نہ لگاتی۔ اور کمیونسٹ کانگرسی وزراء اور امراء کو امیرانہ ٹھاٹھ اور فضول خرچیوں کا طعنہ نہ دیتے۔

احمدیہ جماعت کی سادگی

یہ امر باعث مسرت ہے۔ کہ اس زمانہ میں بھی اسلام کی کار آمد اور مکمل تعلیم پر عمل کر کے سادگی اور قربانی کا بہترین نمونہ پیش کرنے کے لئے احمدیہ جماعت ہندوستان میں موجود ہے۔ جس کے پروگرام میں علاوہ اور امور کے مندرجہ ذیل باتیں شامل ہیں:-

(۱) سادہ لباس پہننا اور گوٹہ کناری وغیرہ کے استعمال کو حتی الوسع ترک کرنا۔

(۲) زیورات کم سے کم بنوانا۔

(۳) شادی بیاہ و دیگر رسوم پر کم سے کم اخراجات کرنا۔

(۴) طبی اور ڈاکٹری ضروریات کو حتی الوسع کم سے کم اخراجات سے پورا کرنا۔

(۵) ایک وقت میں صرف عام طور پر ایک سالن (one dish) استعمال کرنا اور دعوتوں اور تقریبات پر بھی کم خرچ کرنا۔

(۶) سینما و تھیٹر وغیرہ تفریحات سے اجتناب کرنا۔

ضروری نصیحت

اگر کانگرسی زعماء سادگی کی صحیح روح کو قائم کرنے کے لئے لباس کی سادگی کے علاوہ مندرجہ بالا سادگی بخش باتوں کو بھی اپنے پروگرام میں شامل کر لیں۔ تو کانگرسی وزراء اور امراء کا عوام تک پہنچنا اور کانگرسی اصولوں کا پرچار کرنا بہت سہل اور آسان ہو سکتا ہے۔ اور کمیونسٹ خیالات کی تیزی سے ترقی ماند پڑ سکتی ہے۔ نیز آج کل جمہوری دور میں جبکہ عوام کی رائے حکومت کی تشکیل میں بہت مؤثر ہے۔ کانگرس کو پائیدار اور مضبوط غلبہ اور اقتدار حاصل ہو سکتا ہے۔ ورنہ موجودہ وقت میں جبکہ مشین کا بنا ہوا عمدہ سے عمدہ کپڑا ملکی سرمایہ اور محنت سے ملک میں ہی تیار ہو رہا ہے شدہ کھدر کے پہناوے پر زور دینا ملک کی اقتصادی اور صنعتی ترقی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

بدر کو بدر بنانا آپکے ذمہ ہے

(۱) بدر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دو بازوؤں میں سے ایک قرار دیا ہے (۲) حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے متعلق فرمایا کہ

"شکر ہے کہ اخبار بدر چھپنے لگ گیا ہے اس طرح قادیان کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اس طرح اخبار مسجد اقصیٰ و قادیان کی محبت پاکستانی احمدیوں کے دلوں میں تازہ ہوتی رہیگی"

(۳) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے فرمایا کہ

"میں بدر کے اجراء پر خوش آمدید کہتا ہوں کیونکہ یہ درحقیقت اس بدر کا ہی نیا ظہور ہے کہ جس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں قادیان پر ظہور کیا اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی تو فیق دے کہ یہ اخبار اس بزم سادی کا سا رنگ اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ اسے تمام دنیا میں آسمانی نور پہنچانے"

(۴) اگر آپ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات اور بزرگان سلسلہ کے مضامین اور عالم احمدیت کی خبروں سے آگاہ رہنا چاہتے ہیں تو بدر پڑھیں (۵) اگر آپ اپنے دوستوں عزیزوں اور رشتہ داروں کو احمدیت کی طرف لگانا چاہتے ہیں اور خواتین میں دینی بیداری چاہتے ہیں تو بدر منگوائیں (۶) اگر آپ سلسلہ احمدیہ کی تمام خبریں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو بدر خریدیں۔ (۷) اگر آپ سلسلہ کے دائمی مرکز کی خبریں چاہتے ہیں تو بدر خریدیں۔ (۸) اگر آپ سلسلہ کے دائمی مرکز کے ذریعہ غیر مسلموں میں تبلیغ کرنا چاہتے ہیں تو قلیل رقم دیکر بدر جاری کرائیں۔ (۹) اگر معمولی خرچ پر ہندو پاکستان میں کسی کو تبلیغ کرانا چاہتے ہیں تو کسی کے نام بدر جاری کرائیں۔ (۱۰) اگر آپ جماعت کے بیرونی مشنوں کے حالات پڑھنا چاہتے ہیں تو بدر خریدیں۔ نوٹ:- جو دوست یا جماعت کم از کم سال

نئی زمین اور نیا آسمان

(از مکرم غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعۃ المبشرین ربوہ و ایڈیٹر ماہنامہ خالد)

احمدیت اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے۔ اور اس مبارک نشاۃ میں اللہ تعالیٰ نے عملی رنگ میں ثابت کر دیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ اسلام کے روشن چہرہ پر اس سے بڑا دھبہ اور کیا ہوگا۔ کہ وہ دین فطرت تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اگر کسی مذہب کے پھیلانے کے لئے تلوار استعمال کی جائے۔ تو وہ مذہب نہیں ایک گندی قسم کی سیاست رہ جاتی ہے۔ مذہب کی غرض تو انسانی قلوب کی اصلاح ہے۔ اور دلوں میں پاکیزگی یا نیک تغیر کسی طاقت کی مرہون منت نہیں ہے۔ اس غرض کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تازہ نشانات اور زندہ یقین کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رؤیا میں دیکھا کہ آپ نے نئی زمین بنائی ہے اور نیا آسمان۔ حضور اپنی اس رؤیا کی خود تشریح یوں فرماتے ہیں کہ نئی زمین سے مراد نئے قلوب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے تیار کرے گا اور نئے آسمان سے مراد تازہ نشانات ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرمائیگا احمدیت کی غرض وہی ہے جس کے لئے ایک لاکھ چالیس ہزار پیغمبر دنیا میں تشریف لائے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ مفتی صاحب! ہمیں تو خواہ مخواہ علماء نے وفات مسیح اور اجرائے نبوت کے مسائل میں الجھا دیا۔ ہم تو آئے تھے دلوں کا گند دور کرنے اور یہ غرض ہم سے ایک قربانی چاہتی ہے۔ اور وہ ہے اپنے پر موت وارد کرنا۔ اس وقت تک ہم اسلام کی معنوی قوت کو واپس نہیں لا سکتے جب تک ہم اپنے اوپر ایک موت وارد نہ کریں۔ جب تک ہم دین کی خاطر شدائد کی برداشت کی عادت پیدا نہیں کرتے۔ وہ زمین تیار نہیں کر سکتے۔ جس پر خداوند ذوالعرش نزول فرماتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف دیکھیے۔ دین کی خاطر کیا تکالیف برداشت کیں۔ حضرت خباب مکہ میں آہنگری کا کام کرتے تھے۔ کفار مکہ آتے اور ان پر مشق ستم کیا کرتے کہ ان کی بھٹی میں سے کوئلے نکالتے اور انہیں لٹا دیتے کمر کی چربی پگھل کر ان کا مدد کر ٹھنڈا کرتی تو یہ مخالف اٹھتے۔ آنحضرت صلعم ایک دن خانہ کعبہ کے سایہ میں چادر کا تکیہ بنا کر لیٹے ہوئے تھے۔ کہ خباب حاضر ہوئے اور آکر عرض کرنے لگے کہ حضور آپ ہمارے لئے کیوں دعا نہیں کرتے۔ آپ ہمارے لئے خدا سے کیوں مدد نہیں مانگتے۔ حضور لیٹے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں پر ایسے وقت بھی پڑے کہ گڑھے میں آدمی کو گاڑ دیا جاتا اور آرے سے چیر کر جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ لوہے کی کنگھیوں سے ان کے جسم کا گوشت نوچ دیا جاتا تھا **دما یصدہ** دینہ۔ لیکن یہ بات بھی انہیں دین سے پھیر نہ سکتی اور فرمایا خدا کی قسم ایک دن آئے گا۔ جب ایک عورت صنعاء سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گی اور کوئی اُسے پوچھنے والا نہیں ہوگا۔ مطلب یہ تھا کہ آج مار کھانے والو تمہیں اس کا ثمرہ دیا جائے گا۔ اور نہ صرف یہ کہ تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا بلکہ تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کا خاتمہ کرے گا۔

اصحاب صفہ جو اسلامی تاریخ میں ابدی زندگی پا گئے۔ وہ مبارک درویش تھے۔ جو مسجد نبوی میں دھونی رما کر بیٹھ گئے تھے۔ لوگ مسجد میں کھجوروں کے خوشے لا کر لٹکا دیتے۔ پک کر جو کھجوریں نیچے گر جاتی تھیں ان پر گذارہ کر لیتے۔ نہایت مسکینی اور غربت سے انہوں نے اپنی زندگی کے ایام بسر کئے۔

حضرت ابوہریرہؓ فاقہ کش مسجد نبوی کے وہ بیکس مستفسار۔ ایک دن نہیں۔ ایک ہفتہ نہیں۔ ایک سال نہیں کئی سال تک فاقے کرتے رہے۔ لیکن در مصطفےٰ نہ چھوڑا۔ حدیث بخاری میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا ابوہریرہ آپ بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں! انصار اپنے کاموں میں مشغول ہوتے تھے۔ اور میں نے تو ایک ہی کام سنبھال لیا تھا۔ وہ محفل نبوی سے غیر حاضر ہوتے تھے اور میں حاضر ہوتا تھا۔ انہیں فاقوں کی وجہ سے غشی آجاتی تھی۔ لیکن فاقوں سے نڈھال ہونے والے یہ ابوہریرہ وہ ہیں جو بہت دیر سے اسلام لائے لیکن سب سے زیادہ حدیثیں انہیں یاد ہیں۔ تیرہ سو سال سے اپنے آقا کے ساتھ ان کا نام بھی زندہ ہے۔ ہم حدیث پڑھتے ہیں۔ عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ابو ہریرہ آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں۔ قدرت کا انعام دیکھیے۔ یہی ابوہریرہ قیصر و کسریٰ کے رومالوں میں تھوکتے ہیں۔ میں تو اپنے وجدان کے مطابق یہی کہوں گا۔ کہ وہ بادشاہوں کے رومالوں میں تھوکتے وہ حقیر جانتے تھے ان نعمتوں کو اور کہتے تھے۔ کہ ایک زمانہ وہ بھی تھا جب ہم فاقے کاٹتے تھے۔ لیکن وہ ماوتہ ہمارے درمیان تھا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور وہ حضرت خبابؓ جن کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں دولت کے ملنے پر روتے تھے اور کہتے تھے۔ ایسے جا رہا ثواب کم ہو گیا۔ کیونکہ ہمیں تو بدلہ اس دنیا میں مل گیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف جو مشہور مالدار صحابی ہیں ایک دن افطاری کے وقت ان کے سامنے کھانا چنا۔ رنگا رنگ کے کھانے چنے گئے۔ آپ نے لقمہ اٹھایا منہ میں ڈالا تو رونے لگ پڑے۔ لقمہ حلق میں پھنس گیا۔ نوکر نے عرض کی حضور کھانے میں تو کوئی نقص نہیں۔ فرمایا کھانے میں نقص سے بے تاب نہیں ہوا۔ مجھے تو وہ دن یاد آگیا۔ ہم نے بعض ساتھیوں کو اس حالت میں دفن کیا کہ انہیں جو کفن ملا تھا وہ بھی بہتر نہ تھا۔ سر ڈھانپتے تھے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے۔ پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا دمنا من اکل لہ ثمرتہ فہو۔۔۔

اور ہم میں سے بعض ایسے ہیں جن کے پھل اس دنیا میں پک گئے۔ اور وہ پھل چن رہے ہیں۔ پس مجھے تو ڈر یہ ہے کہ میرے پھل یہاں پک گئے اور میں نے یہاں کھا لئے۔ میں تو چاہتا تھا وہیں جا کر یہ پھل چکھتا یہ وہ روح ہے جو اسلام ہمارے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ ہم قربانی اور محض قربانی کرتے چلے جائیں اور بدلہ اور اس کے نتیجہ کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔ ہمارا خدا احسان ناشناس نہیں ہے۔ وہ تو قرآن مجید میں کہتا ہے " ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین "

ایک صحابی کہتے ہیں کہ ہم نے دنیا کی محبت اتنی سرد کر دی تھی۔ دین کی اتنی لو لگی تھی۔ کہ اگر ہمیں حضور اجازت دے دیتے ترک دنیا کی تو ہم آختہ ہو جاتے۔

ایک اور صحابی آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ نافقت۔ میں منافق ہو گیا۔ فرمایا کیا ہوا۔ عرض کی کہ حضور جب آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے جیسے فرشتوں کی دنیا میں آباد ہیں۔ لیکن جب گھر جاتے ہیں بیوی بچوں کی باتوں میں دل لگ جاتا ہے۔ یا رسول اللہ ایک جیسی حالت نہیں رہتی۔ بس میں تو منافق ہو گیا۔ اللہ اللہ کیا جذبہ ہو گا ان کا کتنا کڑا احتساب تھا ان کا اپنے نفسوں پر۔ کیا پاکیزہ خواہشات تھیں ان کی۔ ہم اسلام کی معنوی قوت کو اس وقت واپس نہیں لا سکتے جب تک اس روح کو اجاگر نہیں کر دیں گے۔ ہمیں ان روحانی مُردوں کو زندہ کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنی خواہشات نفسانیہ کو رضائے الٰہی کے ماتحت کرنا ہوگا۔ آج تلوار کے جوہر دکھانے کا وقت نہیں۔ نہ دین کو اس کی ضرورت ہے نہ خدا نے اس کا مطالبہ کیا ہے۔ آج خون کی نہیں پاکیزہ قلب کی ضرورت ہے۔ آج اسلامی کردار کی ضرورت ہے۔ آج ان جبینوں کی ضرورت ہے جو سجدوں میں تڑپیں۔ آج زلف و کاکل کے ترانے نہیں۔ قرآن کی آیات گانے کی ضرورت ہے ضرورت ہے ان دیوانوں کی جن کے غالب رجحانات دین اور اس کے تقاضے ہوں۔ علمائے اسلام نے اسلام کو پھیلایا تھا اپنے اخلاق حسنہ سے تو کی زندگی میں گونا تبلیغ کا موقعہ ملتا تھا۔ لیکن یاد رہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے اپنے گھر میں خدا کے سامنے رونے نے محلہ کو مضطرب کر دیا تھا۔ جن کے کردار سے ملا یا منوانے کوئی دلیل نہیں۔ جب دنیا سے اعلیٰ اخلاق ناپید ہو گئے ہوں۔ انہیں نئی زندگی دینا مذہبی آدمیوں کا فریضہ ہے۔ خدمتِ خلق۔ اعانتِ مظلوم۔ اعانتِ حکومت، دعا۔ یہی ہمارے ہتھیار اور یہی ہیں ہمارے ذریعے۔ آج مادیت کی مہیب لہروں میں ایمان کی نار کو محفوظ رکھنا بہت بڑی عبادت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ آخری زمانہ کی ایک علامت یہ ہوگی کہ سجدۃ واحدۃ خیر من الدنیا و ما فیہا۔ کہ اس زمانہ کا ایک سجدہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہوگا۔ یہ اس لئے کہ دنیا اپنے پورے زخرفات سے ظاہر ہو چکی ہے۔ آج اس تمام بندھنوں کو ڈھیلا کر کے خدا کے سامنے دلی طور پر حاضر ہونا بھی بہت بڑی نیکی ہے۔

میرے نوجوان بھائیو! تم قوم کے اعصاب ہو۔ تم قوم کی فعالی قوت ہو۔ آج اسلام اور احمدیت کو تمہاری صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سپرد نئی دنیا کی تخلیق کی گئی ہے۔ کیا تم نہیں چاہتے۔ کہ اس نئی دنیا کی تخلیق میں تمہارا بھی کوئی حصہ ہو۔ اس مبارک زمانہ کی حسرت دل میں لے کر کئی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ خدا نے یہ مبارک زمانہ ہم کو نصیب فرمایا۔ جوانی کا زمانہ کام کا زمانہ ہوتا ہے۔ آیئے ان ایام کو ابدی زندگی میں تبدیل کر لیں۔

احمدیہ تبلیغی مشن جنوبی ہند کی ۱۹۵۴ء کی مطبوعات کتب و ٹریکٹ

خدا کے فضل اور رحم سے احمدیہ تبلیغی مشن جنوبی ہند کوچین نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان کی ہدایات کے ماتحت اشاعت کتب و ٹریکٹ و تبلیغ کا کام کرتی ہے اس سال حسب ذیل کتب و ٹریکٹ کی اشاعت کی توفیق ملی اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور ان کام میں اعانت کرنیوالوں کو حسنات دارین سے نوازے اور انکے اموال اولاد اور کاموں میں برکت عطا کرے اور ان کا ہر طرح حافظ و ناصر ہو۔ ذیل میں ان کتب و ٹریکٹ کے نام درج ہیں۔

طالب دعا۔ محمد اسمٰعیل مولوی فاضل وکیل ہائیکورٹ یادگیر

۱۔ مولانا مودودی کے رسالہ قادیانی مسئلہ کا جواب۔ کتابچہ
۲۔ حضرت امام جماعت احمدیہ پر قاتلانہ حملہ کے متعلق اخبارات کی آراء۔
۳۔ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کا دوسرا سوال اور اس کا جواب۔ کتابچہ اردو
۴۔ مسلمان کون ہے؟ ٹریکٹ اردو۔
۵۔ جماعت احمدیہ کے عقائد۔ " "
۶۔ وہی ہمارا کرشن۔ ٹریکٹ ہندی زبان میں
۷۔ وہی ہمارا کرشن۔ " بزبان اسمعہ۔

مذہب انسانی فطرت میں داخل ہے

(از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ۔ دہلی)

مادیت کے موجودہ تاریک دور میں انسان نے مذہب جیسی ضروری اور اہم چیز کو پس پشت ڈال دیا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ انسان بے انتہا مصائب میں گرفتار اور متعدد مصائب میں مبتلا ہو چکا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ مذہب انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ جس طرح انسان میں محبت۔ جوش وغیرہ قدرتی جذبات پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح انسانی فطرت میں مذہب کی طرف میلان بھی ایک قدرتی امر ہے۔ جس طرح دیگر قدرتی جذبات کسی شخص میں کم کسی میں زیادہ۔ کسی میں کمزوری کے ساتھ اور کسی میں شدت کے ساتھ۔ اور شاذ و نادر افراد میں بالکل نہیں پائے جاتے بعینہٖ مذہب کا حال ہے۔

دنیا میں بسنے والے انسانی افراد میں بعض چیزیں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں۔ اور بعض چیزیں ایسی ہیں جو بعض ملک یا قوم یا رنگ کے انسانوں سے خاص ہوتی ہیں۔ مثلاً زبان ہے۔ شکل و صورت ہے۔ رنگ ہے۔ ہندوستان میں بسنے والے انسان کی زبان اور ہے۔ صورت و شکل علیحدہ ہے رنگ علیحدہ ہے افریقہ یا انگلستان میں بسنے والے انسان سے۔ لیکن بعض چیزیں تمام انسانوں میں خواہ وہ کسی ملک کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں مشترک ہیں۔ مثلاً اولاد سے محبت کرنا ہے دنیا کا ہر انسان خواہ وہ عالم ہو یا جاہل۔ افریقہ کا وحشی ہو یا انگلستان کا تہذیب یافتہ۔ کالا ہو یا گورا اپنی اولاد سے ضرور محبت کرے گا۔ یہ ایک فطرتی اور طبعی چیز ہے۔ جس کو کوئی انسان چھوڑ نہیں سکتا۔ سوائے شاذ و نادر افراد کے جیسا کہ پاگل وغیرہ۔ جس طرح ہر انسان میں اولاد سے محبت کرنا ایک فطرتی امر ہے بالکل اسی طرح مذہب کا معاملہ ہے۔ دنیا میں ہر قوم۔ ہر نسل ہر طبقہ اور ہر رنگ کا انسان کوئی نہ کوئی مذہب ضرور رکھتا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مذہب فطرتی چیز ہے۔ اس کے ساتھ ہی جب ہم غور کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کے اصول تمام مذاہب میں یکساں پائے جاتے ہیں۔ جیسے خدا کا وجود۔ خدا کی عبادت کا خیال۔ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی کا خیال۔ اخلاق میں رحم دلی۔ ہمدردی محبت وغیرہ کو اچھا سمجھنا۔ جھوٹ دغا بازی۔ زنا اور چوری کو برا جاننا دنیا کے تمام مذاہب کا اصل اصول ہے تو مذہب کا وہ حصہ جو تمام انسانوں میں مشترک ہے۔ وہ انسانی فطرت کا ایک ضروری جزو ہے۔ اور تمام قوموں کو یکساں عطا کیا گیا ہے۔ اس امر کو میں مثال سے واضح کرتا ہوں۔ انسانی افراد میں مراتب کے لحاظ سے بہت فرق ہے۔ کوئی امیر ہے کوئی غریب۔ کوئی ذہین ہے کوئی کند ذہن۔ لیکن وہ چیزیں جو انسان کی زندگی کا مدار ہیں وہ تمام انسانوں کے لئے یکساں ہیں۔ مثلاً کھانا پینا۔ بیٹھنا پھرنا۔ سونا جاگنا وغیرہ۔ افریقہ کا جاہل سے جاہل وحشی اسی طرح کھاتا پیتا۔ چلتا پھرتا سوتا جاگتا ہے۔ جس طرح انگلستان کی ملکہ۔ امریکہ کا فورڈ۔ ہندوستان کا جواہر لال ان ضروریات کو سرانجام دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح مذہب کی بہت سی باتیں انسانی فطرت کو مشترک طور پر ملی ہیں۔ مثلاً ہر مذہب نے سچائی اور دیانتداری کی تلقین کی ہے۔ افریقہ کا ایک وحشی بغیر کسی تعلیم اور بغیر کسی دلیل کے اس بات کو سمجھتا ہے۔ کہ سچائی اور دیانتداری اچھی چیزیں ہیں انگلستان کا مشہور فلاسفر برنارڈ شاہ بہت سے مطالعہ کے بعد بھی اسی نتیجہ پر پہنچا کہ سچائی اور دیانتداری اچھی چیزیں ہیں۔ گویا یہ چیزیں عالم اور جاہل میں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں اور تمام انسانوں میں مشترک طور پر ان چیزوں کا پایا جانا اس امر پر دلالت ہے کہ یہ چیزیں انسانی فطرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور چونکہ یہ چیزیں مذہب کا حصہ ہیں۔ اسلئے معلوم ہوا کہ مذہب انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اور کسی وقت بھی انسان کا مذہب سے منہ موڑنا گویا اپنے فطری تقاضوں سے منہ موڑنا ہے۔ اور فطرتی تقاضوں سے منہ موڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اندر بے انتہا عیوب پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس آج جو لوگ مذہب کو چھوڑ کر انسانوں کو مذہب سے پاک کرنا چاہتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ کیونکہ جس طرح فطرت کے مادی تقاضوں کو پورا کرنے سے انسان جسمانی زندگی حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح فطرت کے روحانی تقاضوں کو پورا کرنے سے روحانی زندگی حاصل کر سکتا ہے۔ اور جملہ عیوب اور گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

مذہب کے انسانی فطرت میں داخل ہونے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ جب انسان اور حیوان کا مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ حیوان اپنی ضروریات زندگی کے سامان اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوتا ہے حیوانات کا لباس ان کے ساتھ ہوتا ہے جو گرمی اور سردی سے ان کو محفوظ رکھتا ہے۔ دشمن سے مقابلہ کرنے کیلئے سینگ پنجے ناخن وغیرہ کئی قسم کے ہتھیار ان کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ جن جانوروں کی انہیں ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ان کو ہر جگہ جنگل میں یا باڑے خشکی ہو یا دریا میسر ہو جاتی ہیں۔ اسکے برعکس جب انسان کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی قسم کا سامان اس کے پاس نہیں۔ اس کی جلد بہت نرم و نازک ہوتی ہے۔ ہاتھ پاؤں کمزور ہوتے ہیں جسم پر کوئی بال نہیں ہوتا۔ دشمن سے حفاظت کیلئے سینگ یا پنجے ان کو نہیں دیئے گئے۔ یہ کی اس ظاہری کمزوری کا اظہار قرآن پاک نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ خلق الانسان ضعیفا یعنی انسان اپنی پیدائش اور خلقت کے لحاظ سے کمزور بنایا گیا ہے۔ ایک طرف اس کی یہ کمزوری ہے۔ اور دوسری طرف دنیا کی بیشمار چیزیں اس کی دشمن نظر آتی ہیں کبھی آفتاب کی گرمی اس کو جھلسنے کو تیار تو کبھی بادوباراں کی تباہ کن ہوا اسکی تباہی کے درپے۔ کہیں گرم لو وؤں کی لپیٹ اس کی دشمن ہے تو کہیں جاڑوں کی سردی اس کی بربادی کے لئے آمادہ ہے۔ لیکن دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے قدرت نے اسکو کوئی جسمانی ہتھیار نہیں دیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ جن دشمنوں کا اس نے مقابلہ کرنا تھا۔ اس کے لئے جسمانی ہتھیار کافی نہیں ہو سکتے تھے۔ اللہ پاک نے ان ہتھیاروں کے بدلے ایک عام قوت اس کو عطا کی کہ جس سے کام لے کر اس نے ہر قسم کے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے جدا جدا سامان تیار کئے۔ دھوپ۔ گرمی اور سردی سے حفاظت کے لئے ہر قسم کا لباس بنایا مکانات بنائے۔ جانوروں کے مقابلہ کے لئے اوزار بنائے۔ دریاؤں کو عبور کرنے کے لئے پل باندھے۔ پہاڑوں میں سے گزرنے کے لئے ان کو کاٹا۔ ڈائنامیٹ سے ان کو اڑایا۔ اور رستے بنائے۔ دھات کو پگھلا کر مختلف چیزیں تیار کیں۔ بجلی کو اپنے قبضہ میں کیا۔ ہوا کو قابو کیا گویا یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمام دنیا اس کے پنجہ قدرت میں ہے۔ اس قوت کا نام عقل انسانی ہے۔ لیکن عقل جیسی نعمت دینے کے بعد چونکہ اللہ پاک کو یہ منظور تھا کہ انسان کی ترقیاں کسی مقام پر جا کر رک نہ جائیں۔ اس لئے اس نے انسان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ وہ انسان کے مخالفوں کو مختلف نئے نئے ہتھیار دیتا ہے۔ جس سے انسان پر نئے نئے حملے ہوتے ہیں۔ بعض بیماریاں جو انسان کو لاحق ہوتی تھیں جب ان کے علاج معلوم ہو گئے۔ تو نئی بیماریاں پیدا ہو گئیں۔ جن کے علاج کے لئے انسان کو پھر اپنی عقل دوڑانی پڑی اور ان کا علاج تلاش کرنا پڑا۔ راحت و آرام کے لئے کئی قسم کے سامان انسان کے لئے مہیا ہو گئے ہیں لیکن راحت طلبی کا مادہ انسان میں بڑھتا جا رہا ہے پہلے سامان بالکل بیکار ہو رہے ہیں نئے سامان کی تلاش ہو رہی ہے۔ دراصل انسان کا اور دنیا کا یہ کشمکش انسانی ترقیوں کی جڑ ہے۔ اور اس کی بدولت دنیا میں نئی سے نئی ایجادات کا سلسلہ بڑھتا ہوا نظر آتا ہے۔ جہاں انسان کے لئے یہ بیرونی مخالف ہیں۔ جن سے انسان اپنی عقل کو دوڑاتا ہے۔ اور ان کا مقابلہ کرنے کیلئے نئی سے نئی ایجادیں کر رہا ہے۔ وہاں انسان کے کچھ اندرونی دشمن بھی ہیں۔ اور وہ اندرونی دشمن بیرونی دشمنوں سے زیادہ سخت اور زیادہ خطرناک ہیں۔ اور ان دشمنوں سے بچنے کیلئے بھی انسان کو ضرورت ایک قوت کی پڑتی ہے مثلاً اس کا ایک اندرونی دشمن طمع ہے جو اسکو حرام باتوں پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ پرائے مال پر قبضہ کرے۔ دشمن۔ اپنے اور پرائے سب مال و متاع پر قبضہ کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے جس کا تقاضا ہے کہ سب مخالفوں کو نام صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا جائے۔ خواہش نفس ہے جو مجبور کرتی ہے کہ کسی کی عصمت محفوظ نہ رہنے پائے ان دشمنوں سے بچانے کے لئے ایک حد تک عقل کام آتی ہے۔ اور عقل انسان کو بتا دیتی ہے کہ اگر کسی کے مال پر ناجائز قبضہ کرو گے تو کسی وقت وہ بھی تمہارے مال پر قبضہ کریگا۔ اگر تم کسی کو برباد کرنا چاہو گے تو وہ بھی تمہیں برباد کرنے پر آمادہ ہو گا۔ اگر تم دوسرے کی عزت نہیں کرو گے تو وہ بھی تمہاری عزت نہیں کریگا۔ لیکن اول تو اس قسم کی عقل ایک خاص تعلیم یافتہ طبقہ میں ہوتی ہے۔ اور پھر بہت سے ایسے مواقع انسان کے سامنے آجاتے ہیں جبکہ عقل بالکل اندھی ہو جاتی ہے۔ اور اس وقت کسی حکومت کا خوف کسی بدنامی کا ڈر۔ ان کاموں سے کرنے سے نہیں روک سکتا۔ اس موقع پر اکثر عقل ان جذبات کے سیلاب کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ایسے وقت پر ایک اور قوت ہے جو مددگار ہوتی ہے اور انسان کو اسکے اندرونی دشمنوں سے بچاتی ہے یہ قوت ہے۔ خدا ایمان۔ اور یہی خدا ایمان مذہب کی بنیاد ہے۔ یہ قوت انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ عالم و جاہل۔ رذیل و شریف شاہ و گدا سب اس میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ اور قرآن مجید کی اس آیت کے یہی معنی ہیں۔ فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ یعنی اپنا منہ سب طرف سے موڑ کر دین کی طرف کر تب تو ان اندرونی دشمنوں سے محفوظ ہو جائیگا۔ یہ وہ خدا کی فطرت ہے جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی خلقت میں تغیر نہیں ہوتا یہی ٹھیک دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔ قرآن مجید کی اس آیت کی تائید بڑے بڑے فلاسفروں نے کی ہے۔ چنانچہ جرمن کا مشہور فلاسفر گسٹر لکھتا ہے۔

"مذہب ایسی چیز ہے کیونکہ مذہب جس احساس کا نتیجہ ہے وہ کسی زمانہ میں کبھی معدوم نہیں ہو سکتا"۔

روس کا فاضل معلم رینان اپنی کتاب تاریخ مذہب میں لکھتا ہے:

"یہ ممکن ہے کہ تمام وہ اشیاء جن کو ہم محبوب رکھتے ہیں اور تمام وہ چیزیں جو لذائذ زندگی ہیں وہ مٹ جائیں لیکن یہ ناممکن ہے کہ مذہب فنا ہو جائے یا اسکی قوت میں زوال آجائے کیونکہ وہ ایک فطرتی چیز ہے"۔

فطرت کے اس تقاضا کو آج سے کئی سو سال قبل اندرونی دشمنوں کی طاقت کو مضبوط کرتا ہے۔ جن کے مو[illegible]

مقابلہ کیلئے اللہ پاک نے خدا ایمان جیسی اعلیٰ اور عمدہ ہتھیار انسان کو عطا کیا تھا۔ آج جس طرح تم عقل سے کام لیکر بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور نئی سے نئی ایجادات کر رہے ہیں۔ لہذا لازم ہے کہ [illegible] کر اپنے اندرونی دشمنوں کا [illegible]

صرف ایک سگرٹ کا زہر آدمی کو ہلاک کر سکتا ہے!

عبد الباسط رحمین

تاریخ کے ہر دور میں انسان کے مخصوص عادات و فضائل بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن جس قدر جلد سگرٹ نوشی کی عادت نے بنی نوع انسان میں رواج پایا ہے۔ اسکی رفتار حیرت انگیز ہے پچھلے پچیس برس میں اس عادت نے کم و بیش دنیا کے ستر فیصد انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ امریکہ کے بارے میں ایک رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں پچھلے سال نوے لاکھ امریکنوں نے پانچ سو بلین سگرٹ استعمال کئے۔ اور ہر سال تقریباً آٹھ لاکھ افراد (تمباکو نوشوں) کی فہرست میں شامل ہو جاتے ہیں نیز ہر منٹ میں مرد اور ہر پانچ عورتوں میں سے ایک دوسرا ہر دس سال لڑکوں میں سے ایک سگرٹ پینے کی عادت میں مبتلا ہے۔ اہل امریکہ ہر سال چار بلین ڈالر تمباکو وغیرہ اس سے جلائی جانے والی مصنوعات پر صرف کرتے ہیں یہ رقم امریکہ کے تمام سکولوں میں اساتذہ کو دی جانیوالی مجموعی تنخواہ سے دوگنی ہے۔

لڑکی سگرٹوں کی طرح ہونیوالی مجموعی تعداد میں ہر سال عظیم الشان اضافہ ہو رہا ہے۔ اس تعداد میں کمی واقع ہونے کی کوئی توقع نہیں کیونکہ Consumption Curve پچھلی ربع صدی سے مسلسل بلندی کی جانب مائل ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آخر یہ چیز ہے کیا جسے ہم اتنے شوق سے سلگاتے اور اس کے دھوئیں کو اپنے منہ اور پھیپھڑوں کی زینت بناتے ہیں۔ تمباکو میں کئی سیکڑوں قسمیں ہیں تمام اپنے اندر رکھتا ہے جن میں سے دو زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) بنزو پیرین BENZO PYRENE اور

(۲) نکوٹین NICOTINE

اول الذکر بہر آلات تنفس پر فی الفور اثر کرتا ہے اور تنفس نظام کے تمباکوؤں میں بلحاظ مقدار کم دستیاب ہوتا ہے۔ لیکن نکوٹین ہر تمباکو کا لازمی جزو ہے۔ دراصل یہی وہ مادہ ہے جس کی بنا پر تمباکو کو تمباکو کہا جاتا ہے

جب سگرٹ سلگایا جاتا ہے تو کش کے دھوئیں میں نکوٹین کا کچھ حصہ منہ اور پھیپھڑوں میں رہ جاتا ہے۔ اور باقی دھوئیں کے ہمراہ باہر نکل جاتا ہے جس قدر نکوٹین منہ میں رہ جاتی ہے اس میں سے کچھ اندرونی مساموں کے ذریعہ جسم میں جذب ہو جاتی ہے۔ پھیپھڑوں میں جانیوالی نکوٹین کا کچھ حصہ پھیپھڑوں کی دیواروں میں جذب ہو جاتا ہے لیکن عام سگرٹ کے مقابلہ میں پانچ گنا زیادہ نکوٹین کا حامل ہوتا ہے اور پائپ اس سے بھی قدرے زیادہ۔

تمباکو جس قدر تیز حرارت سے جلتا ہے اسی قدر زیادہ نکوٹین پیدا ہوتی ہے اس لئے جس قدر جلد جلد کش لگائے جائیں اسی قدر سرعت سے نکوٹین کی زیادہ مقدار جسم میں جذب ہوتی ہے۔ اگر عام رفتار سے کش لگانے کی بجائے دوگنی تیزی سے سگرٹ پیا جائے تو دس گنا زیادہ نکوٹین جسم میں داخل ہوتی ہے۔ جب سگرٹ آخر تک زیادہ حصہ پی لیا جاتا ہے تو بقیہ میں نکوٹین کی مقدار بہت بڑھ جاتی ہے

نکوٹین (NICOTINE) اپنی خالص شکل میں ایک شدید زہریلی زہر ہے۔ نکوٹین ایک قطرہ اگر دو خرگوش کے جسم میں ڈال دیا جائے تو وہ سنے بلی سے زیادہ بھاری خاک محسوس ہوتا ہے نکوٹین کی کل مقدار جو دو سگرٹوں میں ہوتی ہے۔ اگر بذریعہ انجکشن انسان کے جسم میں داخل کر دی جائے تو اسے موت کے گھاٹ اتار دینے کے لئے کافی ہے۔

شاید آپ ایک پیکٹ سگرٹ روزانہ پیتے ہونگے۔ اس لحاظ سے آپ ۰۰۰ ملی گرام نکوٹین ہر ہفتہ اپنے پھیپھڑوں میں داخل کرتے ہیں۔ اگر یہی مقدار آپ کے جسم میں بذریعہ انجکشن داخل کر دی جائے۔ تو صرف سیکنڈ کے اندر اندر آپ کو ملک الموت کا مہمان بننا پڑے۔

ان فیکٹریوں میں جہاں نکوٹین بنتی ہے اس زہر سے حادثات کے اکثر واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ جبکہ ایک شخص اپنے سٹول پر کام کرنے کو بیٹھا بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ دراصل نکوٹین کا ایک قطرہ بے احتیاطی سے سٹول کی بیرونی سطح پر پڑا رہ گیا تھا۔ اسے فی الفور ہسپتال پہنچایا گیا۔ ڈاکٹروں نے کر کے اس کی جان بچی۔ لیکن شفا یابی کے بعد جونہی اس نے وہ پتلون پہنی جس کے اندر نکوٹین جذب ہو کے رہ گئی تھی۔ اس پر دوبارہ بے ہوشی کا دورہ پڑا اور ایک مرتبہ اور اس کی جان بچانے کے لئے سخت دوڑ دھوپ کرنا پڑی۔

تمباکو نوشی کے دوران جسم اور پھیپھڑوں کو نکوٹین کے زہریلے اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے آج تک بہت سی کوششیں کی گئی ہیں۔ اس مقصد کے لئے کئی فلٹر بنائے گئے ہیں جو ۶۰ سے ۷۰ فیصد تک نکوٹین جذب کر لیتے ہیں۔ لیکن ان کے استعمال میں قباحت یہ ہے کہ اس طریقے سے عموماً سگرٹ کا آخری ماقبل حصہ میں نکوٹین خالص شکل میں اور زیادہ مقدار میں ہوتی ہے پی لیا جاتا ہے اور اس سے زیادہ برے اثرات رونما ہوتے ہیں۔

ورجینیا سگرٹوں میں نکوٹین کی مقدار ڈیڑھ فی صد تک ہوتی ہے۔ ترکش سگرٹوں میں ۱½ فیصد اور وہ سگرٹ جن کے بارے میں دعوی کیا جاتا ہے کہ نکوٹین سے بالکل پاک ہیں ایک فیصد تک نکوٹین اپنے اندر رکھتے ہیں۔ نکوٹین کی کم ترین مقدار یعنی عشاریہ ۸۶ فیصد ولیٹے الڈین سگرٹوں میں پائی جاتی ہے۔

۰۰۰، ۶ بلین (چھ سو بلین) سگرٹ جو اہل امریکہ ہر سال پیتے ہیں۔ ان میں ۳۰ ملین گیلن نکوٹین ہوتی ہے اپنی خالص شکل میں یہی مقدار پاسنت ہائے متحدہ امریکہ کی آبادی کو ایک ہزار مرتبہ موت کے گھاٹ اتار دینے کے لئے کافی ہے۔ کیا یہ حقائق ہمیں ہراساں کر دینے کے لئے کافی نہیں۔ کم از کم ان سے ہمیں نکوٹین کی مہلک صفات کا پتہ چلتا ہے

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نکوٹین حقیقتاً اس قدر تباہ کن ہے تو تمباکو نوش فی الفور موت کے گھاٹ کیوں نہیں اتر جاتے۔ ایسا نہ ہو سکنے کی چند ایک وجوہ ہیں سب سے پہلے تو یہ کہ سموکنگ کے دوران کافی مقدار میں خالص نکوٹین جسم کو نہیں ملتی۔ دوسرے یہ کہ آہستہ آہستہ انسانی جسم زہر کے خلاف قوت برداشت پیدا کر لیتا ہے۔ اور موت واقع نہیں ہوتی۔ کئی لوگ ایسے ہیں جو خالص زہر کھا لیتے ہیں۔ لیکن نہیں مرتے کیونکہ وہ اس کے عادی ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوصف تمباکو نوشی کے مضر اثرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس امر کا اندازہ ذیل کے حقائق سے اچھی طرح ہو سکتا ہے۔

ماہر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ تمباکو گلے پر اثر کرتا ہے اور اس میں سوزش اور وعلن پیدا کرتا ہے۔ لیکن کچھ لوگ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں۔ آئیے اسی موضوع پر مختلف آرا کا توازن کریں اور دیکھیں کہ حیثیت کیا ہے۔

سب سے پہلے تو یہ کہ کسی ڈاکٹر نے کبھی یہ نہیں کہا کہ تمباکو کا استعمال گلے کے لئے "فائدہ مند" ہے بلکہ اس کے کم و بیش مضر اثرات کے سب قائل ہیں۔ اب باقی رہا یہ مسئلہ کہ تمباکو کس حد تک گلے کے لئے نقصان دہ ہے۔ وہ سطور ذیل سے ظاہر ہے۔

جب آپ ایک پیکٹ سگرٹ روزانہ پیتے ہیں تو ۸۔۱ کیوبک سینٹی میٹر تار (TAR) یا سیاہ مادہ معلق ہو کر پھیپھڑوں کے اندر سے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے پھیپھڑوں اور گلے کو ۲۷ فلوئڈ اونس یا ۵ گلاس تمباکو تار سے اٹ دیتے ہیں۔ جس کے اندر بنزو پیرین (BENZO PYRENE) کی معتدبہ مقدار ہوتی ہے۔

یہ زرد رنگ کا مادہ جو آپ انگلیوں یا سگار کے کناروں سے چپٹ جاتا ہے نکوٹین (NICOTINE) نہیں نکوٹین بے رنگ ہوتی ہے۔ یہ مادہ تمباکو تار کے ان جلے ذرات سے مل کر بنتا ہے اور بالکل ایسے ہی جیسے ہو جاتا ہے جیسے توے کی پشت پر سیاہی۔

ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ یہ مادہ جس میں بنزو پیرین (BENZO PYRENE) کی کثیر مقدار ہوتی ہے تمباکو نوشوں کے لئے نکوٹین سے بدرجہا زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے کیونکہ ہر ۱۰۰ تمباکو نوشوں میں سے جو دس سال تک ہو سگرٹ روزانہ پیتے ہیں ۲۷ گلے کی بیماریوں کا شکار رہتے ہیں ۲ کھانسی کے مریض ہو تے ہیں اور سات کی زبان پر چھالے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک اور رپورٹ کے مطابق ۱۰۰ تمباکو نوشوں میں سے ۸۰ کو سوزش دہان کی شکایت ہو جاتی ہے اور تقریباً اسی قدر کھانسی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ دراصل بنزو پیرین کو زہر کی بجائے سوزش اور وعلن پیدا کرنے والا مرکب کہنا زیادہ قریب حقیقت ہے۔

کنساس کے ڈاکٹر اے ایل میر کا کہنا ہے کہ نکوٹین ناک اور گلے کے اندر آلات تنفس پر مضر اثر ڈالتی ہے اور بنزو پیرین ان میں چھوٹے چھوٹے زخم پیدا کر دیتی ہے۔

تمباکو نوشی کا سلیقہ اور ڈھنگ اس سے پیدا ہونے والے مضر اثرات کا بہت حد تک ذمہ دار ہوتا ہے اگر آپ تیزی سے جلد جلد سموکنگ کرتے ہیں۔ دھواں پھیپھڑوں کے آخری کونوں تک پہنچا دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے اور سگرٹ کے آخری حصے کو بھی اسی اشتیاق سے نوش فرماتے ہیں۔ جیسے کہ پہلا۔ تو یقیناً اس طرح کی تمباکو نوشی کے اثرات آپ کے حق میں نہایت ضرررساں ثابت ہو سکتے ہیں۔ آپ نکوٹین اور بنزو پیرین کو پورا موقعہ دیتے ہیں۔ کہ وہ آپ کے جسم میں کثیر مقدار میں داخل ہوں اور گلے اور پھیپھڑوں پر آزادی سے حملہ کریں۔

خصوصاً تیز تمباکو نوشی (RAPID SMOKING) نہایت تباہ کن اثرات کی حامل ہے۔ اس سے منہ کے اندر درجہ حرارت ۱۲۵ فارن ہائٹ تک پہنچ جاتا ہے۔ اور نکوٹین کثیر مقدار میں پیدا ہوتی اور جذب ہوتی ہے۔

تمباکو نوشی کی گلے پر اثر انداز ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آج دنیا میں کوئی تمباکو نوش ایسا نہیں جو تسلیم نہ کرتا ہو کہ تمباکو اس کے گلے پر اثر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر تمباکو نوش ہر وقت ایسے سگرٹوں کی تلاش میں رہتے ہیں جو گلے پر کم سے کم اثرات چھوڑیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تمباکو نوشی معدے اور نظام ہضم سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ تمباکو نوشی بھوک کو وقتی طور پر تسکین دیتی ہے معدے کی دیواروں کا سکڑاؤ بھوک لگنے کا سبب ہوتا ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ تمباکو نوشی سے نظام ہضم میں مدد ملتی ہے سراسر غلط بیانی ہے۔ تمباکو نوشی بھوک کو کم کرتی ہے اور ہضم کی طاقت کو آہستہ آہستہ کمزور کر دیتی ہے۔ نیز اس سے مقوی غذاؤں کا استعمال بھی ناممکن ہو جاتا ہے

ڈاکٹر والٹر کا کہنا ہے کہ تمباکو نوشی ترک کر دینے سے بہت سے اشخاص کے معدہ میں حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے "تازہ بتازہ" نظر آنے لگے اور ان کی روزانہ غذا کی مقدار بڑھ گئی۔

زیادہ تمباکو نوشی پیٹ کی سوجن کا عارضہ پیدا کرتی اور تیزابی مادوں کی مقدار کو بڑھا کر دل کی جلن کے مرض میں مبتلا کرتی ہے لیکن اگر تمباکو نوشی ترک کر دی جائے تو فی الفور تسکین محسوس ہوتی ہے۔

معدے کے اندر تیزابی مادوں کی زیادتی پیٹ پر السر کی پیدائش کے لئے مناسب ماحول مہیا کرتی ہے۔ حال ہی میں نیویارک یونیورسٹی میں اس موضوع پر مزید تحقیقات کی گئی تو پتہ چلا کہ جن مریضوں نے اس مرض میں مبتلا ہونے کے بعد علاج معالجے کے ساتھ ساتھ تمباکو نوشی کو جاری رکھا ان کو شفایاب نہ کیا جا سکا۔ البتہ تمباکو نوشی کو ترک کر دینے والوں کے نتائج شاندار رہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ کے بڑے ہسپتالوں میں ناسور (ULCER) کے مریضوں کو تمباکو نوشی ترک کر دینے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ نیو اورلینس کا چیریٹی ہسپتال ایسے مریضوں کو داخل نہیں کرتا جو سموکنگ سے بکلی اقرار ترک نہیں کرتے۔

تمباکو کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان

"تمباکو کو ہم مسکرات میں داخل نہیں کرتے لیکن یہ ایک لغو فعل ہے اور مومن کی شان ہے والذین ھم عن اللغو معرضون۔ اگر کسی کو کوئی طبیب بطور علاج بتائے تو ہم منع نہیں کرتے ورنہ یہ لغو اور اسراف کا فعل ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی ہوتا تو آپ اپنے صحابہؓ کے لئے کبھی پسند نہ فرماتے۔"

(الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۲)

مذہب

(از مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعۃ المبشرین ربوہ سوایڈیٹر ماہنامہ خالد)

(۱) مذہب کی غرض اللہ تعالےٰ سے تعلق پیدا کرنا ہے۔
(۲) مذہب قول وعمل میں مطابقت چاہتا ہے۔
(۳) مذہب نام ہے مظلوم کی اعانت کا۔
(۴) مذہب کہتا ہے جو بات کہو سچی کہو اور سیدھی کہو۔
(۵) مذہب چھوٹوں پر رحم کرنا سکھاتا ہے۔ اور بڑوں کی عزت۔
(۶) مذہب کہتا ہے جہاں تمہیں کوئی نہیں دیکھتا وہاں خدا دیکھتا ہے۔ اس لئے تو نہ بندوں کی چوری کر نہ خدا کی۔
(۷) مذہب شائستگی اور سنجیدگی کا نام ہے
(۸) مذہب ضابطے کی پابندی کی عادت پیدا کرتا ہے۔
(۹) مذہب کہتا ہے اس زندگی کی ہر حرکت وسکون کے لئے تو خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔ لہذا اپنے ہر عمل کا محاسبہ کرتا رہ۔
(۱۰) مذہب لغویات اور لغو فعل سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے۔
(۱۱) مذہب عمل کا تقاضا کرتا ہے نہ کہ قیل وقال کا۔
(۱۲) مذہب کہتا ہے تو بیم ورجا کے درمیان رہ
(۱۳) مذہب عبادت کا ذوق وشوق پیدا کرتا ہے۔
(۱۴) مذہب رنگ ونسل کی تفریق کو مٹاتا ہے۔
(۱۵) مذہب قربانی کے معیار کو بلند کرتا ہے۔
(۱۶) مذہب کا تعلق پیدائش سے لیکر موت تک ہے۔
(۱۷) مذہب انسانیت کا دوسرا نام ہے۔
(۱۸) مذہب کی حکومت قلب انسانی پر ہوتی ہے۔
(۱۹) مذہب اعلیٰ اخلاق پیدا کرتا ہے۔
(۲۰) مذہب کو نقصان اس کی غلط نمائندگی اور اس کے بے جا استعمال نے ہی پہنچایا ہے۔ اور مذہب کا محافظ خود خدا ہے۔

قادیان میں جہادِ کبیر!

از حضرت حاجی محمد الدین صاحب تہالوی انچارج دفتر زائرین قادیان

یہ خدا تعالےٰ کا خاص فضل واحسان ہے کہ موجودہ غیر معمولی حالات میں بھی قادیان کے مٹھی بھر اور بے سروسامان احمدی اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے شب وروز مصروف ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں جب قادیان اور اس کے گردو نواح کے حالات زیادہ مخدوش ہوگئے تھے۔ تو جماعت احمدیہ کے افراد کو جانی اور مالی قربانیاں دینی پڑیں۔ اسکے بعد حالات کے کسی قدر سازگار ہونے پر قادیان اور ارد گرد میں تبلیغ کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا۔ ابتداء یعنی ۱۹۴۷ء سے لیکر اواخر ۱۹۴۸ء تک زائرین کو مقدس مقامات دکھانے کا اور اسلام سے متعلق باقاعدہ معلومات پہنچانے کا کوئی معین صیغہ نہ تھا۔ بعد یہ کام کی وسعت کے پیش نظر ۱۴ نومبر ۱۹۴۸ء کو تبلیغی اغراض کے لئے ایک صیغہ "دفتر زیارت" کے نام پر کھولا گیا۔ اس وقت دفتر میں دیواروں پر مختلف موزوں تبلیغی قطعہ جات نیز سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے بڑے سائز کے فوٹو بھی کمرے میں آویزاں ہیں۔ قادیان میں احمدیوں کا غیر معمولی حالات میں رہنا بیرونی لوگوں کی توجہ کا باعث بنتا ہے۔ اور ہر اجنبی جو کسی کام یا تقریب کے لئے قادیان وارد ہوتا ہے۔ یا سرکاری اہلکار جو اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے لئے قادیان آتا ہے اپنے پروگرام میں احمدیہ جماعت کے مقدس مقامات کی زیارت اور جماعت کے متعلق معلومات ضروری شامل کرتا ہوں۔ اس ضمن میں مسجد اقصےٰ کا منارۃ المسیح خاص دلچسپی کا باعث ہے۔ تقریباً ہر زائر کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ مینار پر چڑھ کر قادیان اور اسکے ماحول کا نظارہ دیکھے۔

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل واحسان سے زائرین کیلئے جنکی اکثریت غیر مسلم بھائیوں سے تعلق رکھتی ہے۔ تبلیغ اسلام کا بہترین موقع میسر آتا ہے۔ چنانچہ اس دفتر کے قیام سے لیکر اس وقت تک تریسٹھ ہزار سے زیادہ افراد اس دفتر میں آچکے ہیں اور اسلام کی خوبیوں اور تعلیمات سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ ان تبلیغی مساعی سے قادیان اور گردو نواح کے علاقہ اور مشرقی پنجاب کے رہنے والے بھائیوں کے دلوں میں کافی حد تک صفائی ہوئی ہے۔

اس دفتر میں تشریف لانیوالے زائرین کو حسب حال اردو، انگریزی، ہندی، گورمکھی وغیرہ زبانوں میں لٹریچر بھی دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس وقت تک تقریباً گیارہ ہزار ٹریکٹ تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ باوجود غیر معمولی اور مخالفانہ حالات کے ہمیں اشاعت حق کی توفیق ملتی ہے۔

انڈونیشیا میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا خلاصہ

مکرم سید شاہ محمد صاحب نومبر ۱۹۵۳ء میں پاکستان تشریف لائے تو آپ کے بعد قائمقام رئیس التبلیغ مکرم مولوی عبدالواحد صاحب فاضل مقرر ہوئے مشن کا کام کرتے ہیں۔ رجسٹرڈ جماعتوں کی کل تعداد ۱۸ ہے۔ جن میں سے کئی ایک کی مسجد وشاخیں ہیں۔ ۱۵ کا سالانہ بجٹ قریباً تین لاکھ روپیہ کا ہوتا ہے۔ جماعت کی خوش قسمتی سے امسال انڈونیشیا کے مبلغین میں مکرم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب مولوی فاضل بی۔ اے کا اضافہ ہوا ہے جن کے آنے سے جماعت میں نئی روح پیدا ہوگئی ہے۔ سالانہ کانفرنس دسمبر کے دنوں میں جاوا کے شہر بوگر میں ہوئی۔ جس کی خبریں ملک کے پریس میں اور ریڈیو پر نشر ہوئیں۔ کانفرنس کے موقع پر پریذیڈنٹ سوکارنو نائب صدر ڈاکٹر حتیٰ، گورنر مغربی جاوا۔ وزیر تعلیم، وزیر مذاہب، وزیر داخلہ وغیرہ کے پیغامات موصول ہوئے۔ اخراجات کانفرنس ۲۵ ہزار روپے کے قریب تھے۔ عرصہ ایک سال میں قریباً ساڑھے چھ صد افراد نے احمدیت قبول کی۔ چھوٹے ٹریکٹوں کے علاوہ دو چھوٹی کتب زیر ترتیب ہیں۔ ایک "پیغام احمدیت" اور عیسائیوں کے متعلق ایک کتاب جسے مکرم صاحبزادہ صاحب ترتیب دے رہے ہیں۔ مکرم مولوی محمد صادق صاحب نے قرآن مجید کا انڈونیشین زبان میں ترجمہ کا کام مکمل کر لیا ہے۔ اب بعد نظر ثانی اسے شائع کیا جائے گا۔ جماعت کا شائع کردہ ڈچ زبان کا ترجمہ قرآن مجید بھی بہت مقبول ہو رہا ہے اس کا ایک نسخہ ڈاکٹر سوکارنو صدر جمہوریہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے شکریہ ادا کیا اور کام کی تعریف کی۔ جماعت کا سکول بھی خدا کے فضل سے ترقی پر ہے۔ اس میں ۲۰۰ لڑکے تعلیم پا رہے ہیں۔ اس سال میں بوگر شہر کے قریب مرکز بنانے کے لئے پندرہ ہزار مربع میٹر کا ایک قطعہ اڑتیس ہزار روپیہ میں خرید اگیا ہے۔ اللہ تعالےٰ تکمیل کی توفیق دے۔ آمین۔ اس سال مشاورتی کانفرنس باندونگ میں ہوئی۔ خدام الاحمدیہ نے رمضان المبارک میں دو ہفتہ کیمپ لگایا۔

معلوماتِ عامہ

نظام شمسی کے مشہور سیاروں کا سورج سے فاصلہ

نمبر شمار	نام سیارہ		سورج سے فاصلہ
۱.	عطارد	———	۳ کروڑ ۶۰ لاکھ میل
۲.	زہرہ	———	۶ کروڑ ۷۰ لاکھ میل
۳.	زمین	———	۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل
۴	مریخ	———	۱۴ کروڑ ۱۰ لاکھ میل
۵.	مشتری	———	۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ میل
۶	زحل	———	۸۸ کروڑ ۶۰ لاکھ میل
۷.	یورے نس	———	۱۷۸ کروڑ ۳۰ لاکھ میل
۸	نپ ٹیون	———	۲۷۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل
۹.	پلوٹو	———	۳۶۶ کروڑ ۶۰ لاکھ میل

خدمتِ خلق

از مکرم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ایم۔ سی انچارج احمدیہ شفاخانہ قادیان

صدر انجمن احمدیہ قادیان باوجود اپنے نہایت ہی محدود ذرائع اور غیر معمولی مخالفانہ حالات کے ایک خیراتی شفاخانہ چلا رہی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانے والے اکثر قادیان اور ارد گرد کے دیہات کے ہندو اور سکھ صاحبان ہیں۔ فسادات ۱۹۴۷ء سے پہلے انجمن کی طرف سے جدید آلات سے مکمل طور پر آراستہ ایک ہسپتال قائم تھا جو اب سرکاری ہسپتال کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ چونکہ سلسلہ کا یہ ہسپتال حکومت کے قبضہ میں جا چکا ہے اس لئے نئے سرے سے احمدیہ شفاخانہ کی داغ بیل محلہ احمدیہ میں رکھی گئی۔ ہمارے شفاخانہ میں اِن ڈور مریضوں کے علاج کے لئے بھی انتظام ہے۔ چنانچہ سال رواں میں انڈور مریضوں کی تعداد پونے دو ہزار اور آؤٹ ڈور مریضوں کی تعداد بتیس ہزار تک پہنچی ہے۔ ہمارے ماحول کو خوشگوار بنانے میں اس ہسپتال کا بہت دخل ہے۔

خدا کے فضل سے ہمارے تعلقات لوکل سرکاری ہسپتال اور لوکل ڈاکٹروں سے بہت اچھے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے بوقت ضرورت تعاون کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ہاں سنگھ صاحب ہم ایم۔ بی بی۔ ایس انچارج ہسپتال (سرکاری) اور ڈاکٹر کیدار ناتھ صاحب پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی قادیان شکریہ کے مستحق ہیں۔ جو خاص طور پر تعاون کرتے ہیں۔

ویدوں کے نزول کا زمانہ

از مکرم مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر قادیان

آج جبکہ بھارت دیش آزاد اور خود مختار ہے۔ دوسرے ممالک کی طرح سیاسی۔ اقتصادی اور تمدنی میدان میں تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ اس دیش کو ایک ایسی خصوصیت حاصل ہے جو غالباً دنیا کے کسی ملک کو حاصل نہ ہوگی۔ اس دیش کی سرزمین میں سب سے پہلے الہام الٰہی کا نزول ہوا۔ گویا انسانی تہذیب و تمدن کی بنیاد اسی ملک میں ڈالی گئی۔ اور اب پھر ایک اوتار کے ذریعہ الٰہی دین کی تکمیل کے سامان بھی اسی ملک میں ہو رہے ہیں۔

اگر بھارت کو مذاہب کی منڈی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ دنیا کے اکثر مذاہب کے پیرو کار اس دیش میں پائے جاتے ہیں۔ ہر ایک کی اپنی اپنی مذہبی کتب ہیں جن پر چلنے اور عمل کرنے کا ہر ایک کو دعویٰ ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بہت سے لوگ اپنی کتب کی موٹی موٹی باتوں سے بھی بے خبر ہوتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں نہ تو وہ اپنی مذہبی کتاب کی حقیقی عزت کر سکتے ہیں نہ کسی دوسرے مذہب کی کتاب کی۔

بھارت ورش کی غالب اکثریت جس آسمانی کتاب کو مانتی ہے سارے ویدوں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وید چونکہ سنسکرت زبان میں ہیں اور سنسکرت کا شائع و عام ہونا متروک ہو چکا ہے اس لئے غیر ہندو کیا خود ہندو مذہب کی اکثریت بھی ویدوں سے ناواقف ہے کہ وید کیا ہیں۔ کتنے ہیں۔ ان کا زمانہ نزول کیا ہے۔ کن پر اترے تھے۔ یا کن ہستیوں نے ان کو ترتیب دیا۔ ان لوگوں کے کیا حالات تھے۔ ویدوں کے مجموعہ کی کیسے حفاظت کی گئی۔ اور وید کس صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ آج ہم کیسے جان سکتے ہیں۔ وغیرہ۔ اگرچہ یہ ایک نہایت اہم موضوع ہے۔ لیکن اس پر ایک معتبر دوست نے اپنی کتاب "ویدک ساہتیہ سنسکرتی کی روپ ریکھا" میں خوب روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۶۰ء سے پنجاب یونیورسٹی مشرقی پنجاب کی طرف سے پربھاکر (ہندی فاضل) کے کورس میں بطور نصاب مقرر ہے۔ اس کے مرتب کنندہ شری رام دھن شرما شاستری ایم۔ اے (سنسکرت، ایم۔ اے ہندی) ایم۔ او۔ ایل۔ ساہتیہ آچاریہ کالج آف کامرس دہلی۔ اور ڈاکٹر سرن داس بھنوت ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ خالصہ کالج دہلی ہیں۔ ان صاحبان نے کافی محنت و کوشش سے حالات کو جمع کیا ہے۔ اسی کتاب سے مذکرہ بالا امور کے متعلق چند حوالجات دیئے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ ان اقتباسات سے قارئین کرام کے علم میں اضافہ ہوگا اور دلچسپی کا باعث نیز غور کرنے کا موقعہ ملے گا۔

وید کی تشریح — وید کا مطلب گیان یا معرفت ہے۔ مذہبی عقیدت مندوں کا خیال ہے کہ وید کی تصنیف انسان کے ذریعہ نہیں ہوئی بلکہ وید [illegible] مصنوع ہے۔ آغاز دنیا میں الٰہی تحریک سے رشیوں پر ویدوں کا ظہور ہوا تھا۔ رشی لوگ "منتر درشٹا" تھے یعنی منتروں کے دیکھنے والے۔ وہ "منتر کرتا" یعنی منتروں کے خالق یا بنانے والے نہیں تھے۔ لیکن موجودہ زمانہ کے تاریخ دان ایسا نہیں مانتے۔ ان کی رائے میں ویدوں کے بنانے والے اسی دنیا کے عام انسان تھے۔ اور یہ کہ ویدوں کی تصنیف مسیح صدی سے چھ ہزار برس سے زیادہ پرانی نہیں۔" (صفحہ ۱)

وید کن پر نازل ہوئے — مذہبی دنیا کے سامنے یہ سوال ایک معمہ سا بنا رہتا ہے۔ کہ "وید مقدس" کا نزول کن پر اور کب ہوا۔ ان کے حالات کیا تھے۔ کیا وہ لوگ علم روایت و درایت کی رو سے قابل قبول ہیں؟ لیکن افسوس کہ ویدوں کے درشٹا رشیوں کے حالات مستور ہیں۔ اور بوجہ ضبط تحریر میں نہ آسکنے کے ان کے متعلق خاموشی اختیار کی گئی ہے۔ علم درایت کی رو سے ان کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ شری رام دھن شرما اور ڈاکٹر سرن داس بھنوت نے ادھر بھی اشارہ کیا ہے چنانچہ رگ وید کے منتر درشٹا رشیوں کی تعداد تین سو سے زیادہ لکھی ہے۔ ویدوں سے متعلق ہندو لٹریچر سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مرد رشیوں کے علاوہ کئی عورتیں بھی وید منتروں کی درشٹا ہیں۔ جن میں سے گھوشا، اور گارگی وغیرہ مشہور ہیں۔ یہ دونوں یاگیہ ولکیہ (رشی) کی استریاں تھیں۔

شری رام دھن شاستری نے ویدوں کے مؤلف مہرشی وید ویاس جی کو ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"ویدوں کے مؤلف و ترتیب دہندہ مہرشی وید ویاس جی ہیں۔ انہوں نے اپنے وقت کے سارے گیان کو اکٹھا کیا۔ اور اسے چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ (گویا اس طرح سے چار وید بنے) آپ ویدوں کے مؤلف ہیں۔ مصنف نہیں۔" (صفحہ ۱۹)

رگ وید — وید ساہتیہ میں سے پراچین گرنتھ رگ وید ہے۔ رگ وید ہی دراصل ہندو دھرم کی بنیادی اینٹ ہے۔ رگ وید پر روشنی ڈالتے ہوئے شرما جی فرماتے ہیں:۔

"رگ کا مطلب ثنا و تعریف ہے۔ اس وید میں زیادہ تر دیوی۔ دیوتاؤں کی تعریف ملتی ہی ہے۔ یہ اس لئے کے سینکڑوں اشخاص کی تصنیف ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ پہلے رگ وید کی گیارہ شاخیں تھیں۔ لیکن چرن ویوہ میں صرف پانچ کا ذکر ہے۔ لیکن یہاں ان میں صرف تین کا ذکر ہے۔ (گویا باقی سب ناپید ہیں) ان پانچوں میں تیسری اور چوتھی ہو بہو ایک جیسی ہیں۔ بچا ہوا ان تین شاخوں میں سے آجکل صرف ایک شاخ "شاکل" ملتی ہے۔ باقی کوئی شاخ نہیں ملتی۔ یہ (رگ وید) دس منڈلوں میں تقسیم ہے۔ اس میں کل ۱۰۲۸ سوکت اور دس ہزار پانچ سو منتر ہیں ۔۔۔ ایک سوکت اپنے آپ میں مکمل سمجھا جاتا ہے۔ اس میں (بے شمار دیوتاؤں میں سے) ایک ہی دیوتا کی تعریف کے منتر ہوتے ہیں۔ اور ایک ہی درشٹا رشی ہوتا ہے۔ ایسے درشٹا رشیوں کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے ۔۔۔۔۔ کچھ منتروں کی درشٹا عورتیں بھی ہیں۔" (صفحہ [illegible])

کیا وید خدا تعالیٰ کا کلام ہے؟ — سرزمین ہند ہندوستان اور دل و دماغ رکھنے والے جا بجا پیدا کرتی آئی ہے۔ ایسے ایسے دل و دماغ کے ملک اس زمین نے پیدا کئے ہیں کہ ان کی ذہانت پر ایک دنیا حیران ہے۔ وید دراصل ایسے ہی جا بجا پرخوں کی ذہانت اور فہم رسا کا نتیجہ ہیں۔ چنانچہ شرما جی فرماتے ہیں۔

"رشیوں نے جو کچھ اپنے چاروں طرف دیکھا اس کے متعلق اپنے خیالات ان منتروں میں ظاہر کئے۔ قدرتی طور پر ان کی شاعرانہ فطرت و استعداد کا مضمون بن گئی ہیں۔ منتر منظوم ہیں۔ اور ان میں لگ بھگ ۷۰ دیوتاؤں کی تعریف و تمجید ہے۔ دیوتاؤں کے تین درجے ہیں جن کا تعلق آسمان[۱] سے، فضاء[۲] آسمانی سے اور زمین[۳] سے ہے ۔۔۔۔۔ منتروں میں دیوتاؤں کی تعریف (اور عبادت) کے ساتھ ساتھ ان کی روپ ریکھا خوبصورتی۔ کاروبار طاقت اور بہادری وغیرہ کا زمانوں کا بھی ذکر ہے ۔۔۔ اس وقت (یعنی رگ وید میں) بیاہ کرنے میں اونچی آزادی۔ اعلیٰ تخیل۔ الفاظ مزید بعد منزہ اتی بھاشا کا استعمال ہوا ہے" (صفحہ ۲۱ و ۲۲)

یجر وید — "یجر وید شبد (یجر [illegible]) یگیہ (قربانی) کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یجر وید کم و بیش یگیہ سے متعلق منتروں کا مجموعہ ہے۔ اس کی کل ایک سو ایک شاخیں کہی گئی ہیں۔ لیکن ان میں صرف چند ایک ملتی ہیں۔ اس وید کے دو حصے ہیں۔ (۱) کرشن (۲) اور شکل۔ شاخ کرشن کی چار شاخوں میں سے چوتھی تو دھی ملتی ہے۔ اور پہلی تین جو ہو بہو ایک جیسی ہیں۔ شکل یجر وید کی دو شاخیں ملتی ہیں (گویا یجر وید یہی ہیں)" (صفحہ ۲۲)

سام وید — "سام کا مطلب راگ یا گیت ہے ۔۔۔۔ سام وید کی ایک ہزار شاخیں کہی جاتی ہیں۔ لیکن آجکل صرف تین ہی ملتی ہیں۔ اس وید کے دو حصے ہیں۔ دونوں حصوں [illegible] اٹھارہ سو دس ہیں [illegible] سام میں منتروں کی کل تعداد پندرہ سو انچاس ہے۔ ان میں صرف پچھتر کو چھوڑ کر باقی سارے کے سارے منتر رگ وید کے آٹھویں اور نویں منڈل سے لئے گئے ہیں۔" گویا سام وید کی ہزار شاخوں میں تین ملتی ہیں۔ اور اس کے اصل منتر صرف ۷۵ ہیں۔ (صفحہ [illegible])

اتھر وید — "اتھروید کی ۹ شاخیں تھیں۔ لیکن اس وقت صرف دو ہی ملتی ہیں۔ اس میں کل سات سو اکتیس سوکت اور قریب ہزار آٹھ سو انتیس منتر ہیں۔ سارا اتھروید بیس کانڈوں میں منقسم ہے ۔۔۔۔ بیسویں کانڈ کے تقریباً سارے منتر رگ وید سے لئے گئے ہیں ۔۔۔۔ بہت سے منتر ٹونے ٹوٹکے وغیرہ کے ہیں۔ جو بھوت پریت جادوگروں کے کاٹنے سانپ کا زہر کو زائل کرنے کے منتر بھی ہیں ۔۔۔۔ اس وقت لوگوں کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ راکھشس اور بھوت لوگوں کو ستاتے ہیں۔ اور بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔" (صفحہ ۲۴)

چاروں ویدوں پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پرانا گرنتھ رگ وید ہے۔ جسے رشیوں، منشیوں۔ مردوں اور عورتوں نے اپنے تجربات۔ مشاہدات اور عقل و فہم کی بناء پر منتر بنا بنا کر مکمل کیا ہے۔ ایک دو کا کام نہیں۔ بلکہ تین سو مرد و زن کا کام ہے۔ باقی دوسرے وید اسی رگ وید میں سے کچھ منتر نکال نکال کر رچے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک سام وید کے اٹھارہ سو منتروں میں صرف ۷۵ منتروں کو چھوڑ کر باقی سارے کے سارے منتر رگ وید کے ہیں۔ اس کے ساتھ اگر عام کے خیال کو بھی مدنظر رکھا جائے۔ کہ وید انسانی دست و برد سے محفوظ نہیں۔ اس میں [illegible] ساگری (بناوٹی) و الحاقی منتر مل گئے ہیں جن کا خود ہندو ودوانوں کو اقرار ہے۔ تو ایک بیچارہ سام وید ہی کیا، سبھی ویدوں کا وجود مشکوک ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وید نہ تو مکمل ہیں۔ اور نہ ہی قیامت تک کے لئے کمال گیان ہے۔ چاروں ویدوں کی کل ایک ہزار ایک سو اکیس شاخیں تھیں۔ جن میں صرف آٹھ دس ملتی ہیں۔ گویا گم شدہ شاخوں کے مقابلہ میں نہ ہونے کے برابر۔ پھر یہ گیان قیامت تک کے لئے کیسے مکمل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بہت ممکن ہے۔ کہ گم شدہ شاخوں میں وہ علوم و تعلیمات ہوں۔ جو موجودہ زمانہ اور آج کے بعد ضروری ہو سکتی تھیں۔ شاخوں کے گم ہونے نیز [illegible] کے سبب سے ویدوں کا یہ تقاضا ہے۔ کہ ویدوں کے علاوہ کسی اور مکمل و کامل گیان کی ضرورت

ہے۔ بے شک وید میں وہ مقدس منتر بھی تھے۔ جو بذریعہ وحی خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں پر نازل کئے تھے۔ مگر کثیر تعداد ایسے منتروں کی ہے۔ جو شاعروں اور رہنما لوگوں نے اپنے تجربہ اور عقل کی بناء پر منظوم کر کے وید میں داخل کر دیئے ہیں۔ اور یہ بات تو ظاہر ہی ہے۔ ان کا مصدر تجربہ و عقل تھا اسلئے وید علم الغیب کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتے

ویدوں کا زمانہ نزول

ویدوں کا زمانہ نزول شروع میں اکا آغاز مانتے ہیں۔ لیکن یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ شری رام دھن شرما جی نے اس امر پر بھی تردید کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:-

• اس بارے میں ویدک ساہتیہ (وید وغیرہ) کب بنا؟ ودوانوں میں مت بھید (اختلاف رائے) ہے۔ میکس مولر کی رائے ہے کہ یجر۔ سام۔ اتھروید کی تصنیف لگ بھگ ایک ہزار برس قبل از مسیح ہوئی ہے۔ اور رگ وید کا زمانہ بارہ سو برس قبل از مسیح مقرر کیا ہے:

چین کے ودوان ونٹرنٹز نے بھارت سے

باہر بھارتیہ سنسکرتی کے آدھار پر رگ وید کا سمے تین ہزار برس قبل از مسیح مانا ہے (صفحہ ۳۱) ہندوؤں کے ایک بہت بڑے ودوان اور لیڈر شری گنگا دھر تلک ہوئے ہیں۔ جو سیاسی اور مذہبی طبقہ میں متعارف ہیں۔ انہوں نے مانڈلے میں اپنے زمانہ قید میں گیتا رہسیہ لکھا ہے۔ تلک جی نے اپنی تحقیقات سے رگ وید کا زمانہ ساڑھے چار ہزار سال قبل از مسیح ثابت کیا ہے۔ گویا ان کی رائے میں ویدوں کی تصنیف آج سے زیادہ سے زیادہ چھ ہزار برس پہلے ہوئی تھی۔ (صفحہ ۳۲) اس تحقیقات سے ودوانوں نے نتیجہ نکالا ہے۔ کہ ویدوں کی تصنیف زیادہ چھ ہزار برس آج سے پہلے ہوئی ہے۔ ویسے بھی سرشٹی کے ارمبھ میں ویدوں کا نزول ماننا غیر مناسب ہے۔ کیونکہ ڈارون کے نظریہ کے مطابق اس سے پانی یا کیڑے مکوڑے ہی سنسار میں تھے۔ ایک صحیفہ ہدایت کا صرف کیڑے مکوڑوں کے لئے اترنا بعید از عقل ہے۔

وید اپنی اصلی صورت میں خدا تعالےٰ کا کلام تھا۔ یہ کلام ان لوگوں پر نازل ہوا۔ جن کے دل پاکیزگی اور طہارت کے باعث خدا تعالےٰ کی تخت گاہ تھے۔ ویدوں کے دوسرے بھارت بھر میں مشہور ہوئے تھے۔ مگر آج وید اپنی اصلی صورت میں موجود نہیں۔ ویدوں کی اندرونی شہادت اور

زمانہ کی ضرورت متقاضی ہیں کہ ایسے کامل گیان کی ضرورت ہے۔ جو انسانی دست برد سے منزہ ہو۔ اس کی تعلیمات ہر زمانہ کی جسمانی و روحانی ضروریات کو پورا کریں

خدائے قادر و قیوم نے اس ضرورت کا رحمی انتظام فرمایا ہے۔ اس نے ایک ایسا کامل و مکمل صحیفہ ساری دنیا کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔ جو چودہ سو برس سے اپنی اصلی صورت میں بعینہٖ موجود ہے۔ اور خود اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ اپنے اوپر لیا ہے وہ کامل ہدایت کا سرچشمہ قرآن شریف ہے۔ جس کی صحت اور حفاظت کے متعلق اپنے بیگانے سر ولیم میور جیسے اسلام کے نقاد نے بھی کھلا اقرار کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں

• دنیا کے پردے پر غالباً قرآن کے سوا اور کوئی کتاب ایسی نہیں۔ جو بارہ سو سال کے طویل عرصہ تک بغیر کسی قسم کی تحریف و تبدیلی کے اپنی اصلی صورت میں محفوظ رہی ہو۔"

پھر لکھتے ہیں:-

" اس بات کی پوری پوری اندرونی اور بیرونی ضمانت موجود ہے کہ قرآن اب بھی اسی شکل و صورت میں ہے۔ جس میں کہ اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا"

پھر لکھتے ہیں:-

"ہم یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن کی ہر آیت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لے کر آج تک اپنی اصلی اور غیر محرف صورت میں چلی آئی ہے"

(لائف آف محمد دیباچہ ۲۱ و ۲۲ و ۲۵ و ۲۶)

سر میور ولیم کی طرح ایک دوسرا مصنف نولڈیکی نے بھی قرآن مجید کے غیر محرف و مبدل ہونے کا مجبوراً کھلے الفاظ میں اقرار کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

" آج کا قرآن بعینہٖ وہی ہے۔ جو صحابہ کے وقت میں تھا"

(انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا زیر لفظ قرآن)

اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو دنیا میں آج کوئی بھی ایسا صحیفہ سوائے قرآن مجید کے نہیں۔ جو اپنی اصلی حالت میں موجود ہو۔ قرآن مجید آج بھی سینکڑوں نہیں لاکھوں حفاظ کے سینوں میں موجود ہے۔ اس کے علوم ہر ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے مذہبی اصولوں کو مقرر کیا ہے۔ قرآن کریم دنیا کی

پیدائش۔ اس کی غرض و غایت۔ اس کی حکمت انسانی پیدائش کی حکمت جسم انسانی کے ارتقاء اور نشو و نما پر روشنی ڈالتا ہے۔ خدا تعالےٰ ملائکۃ اللہ اور آخری زندگی کے مسائل کو حل کرتا ہے۔

قرآن مجید خدا تعالےٰ کے فیضانِ عام وحی و الہام کو کسی خاص قوم سے مخصوص نہیں کرتا۔ قرآن کریم بین الاقوامی صلح کے اصول بتاتا ہے۔ گذشتہ راستبازوں کی تصدیق کر کے مذہبی جھگڑوں کو بند کرتا ہے۔ نجات کی اصل فلاسفی بتاتا ہے۔ قرآن ہر حالت میں اخلاق فاضلہ پر زور دیتا ہے۔ قرآن مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔ اور شہریت و تمدن کے زرین اصول سکھاتا ہے۔ جمہوریت سکھا کر حکومت اور رعایا کے باہمی تعلقات (فرائض) کی ذمہ داری پر اصولی ہدایات دیتا ہے۔

غرضیکہ قرآن مجید بنی نوع انسان کے باہمی معاملات پر روشنی ڈالتا ہے۔ انفرادیت و اجتماعیت کی حدود قائم کرتا ہے۔ حکومت کی حقیقت۔ اس کے فرائض۔ رعایا کے فرائض۔ مالک و مزدور کے تعلقات۔ بین الاقوامی تعلقات پر روشنی ڈالتا ہے۔ قرآن مجید صراحتاً و وضاحتاً عدلیہ کو کسی بھی قید کرنے سے منع کرتا ہے۔ بین المذاہب تعلقات۔ اقتصادیات۔ دماغی نشو و نما۔ غور و فکر کرنے۔ دیگر مذاہب کے بزرگوں کی تعظیم کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ مردوں و عورتوں ماں باپ۔ بھائی بہن وغیرہ تمام رشتہ داروں کے حقوق قائم کرتا ہے۔ قرآن نسلی یا شخصی بادشاہت کا خاتمہ کرتا ہے۔ جس ڈیماکریسی پر آج یورپ کو فخر ہے اس کی ابتداء قرآن نے کی۔ غرضکہ قرآن جسمانی اور روحانی ہر لحاظ سے قرآن مجید کی تعلیم کامل و مکمل ہے خدا تعالےٰ سب کو غور کی توفیق عنایت فرمائے +

صرف ایک سگرٹ کا زہر بقیہ صفحہ ۱۸

تمباکو نوشی سے پیدا شدہ ناسور (ULCER) کا ایک دلچسپ کیس انگلستان کے ڈاکٹروں کے زیر مطالعہ آیا تھا۔ جب ایکسرے کے ذریعہ ظاہر ہوا کہ مریض کے پیٹ میں السر ہے تو آپریشن کیا گیا۔ لیکن کوئی پھوڑا اس دوران میں مریض نے سموکنگ چھوڑ دی صحیح چنگا ہو گیا۔ لیکن چھ ماہ بعد اس نے دوبارہ تمباکو نوشی شروع کر دی۔ السر پھر آموجود ہوا۔ ڈاکٹروں نے اسے حکم دیا۔ کہ وہ سگرٹ پینا چھوڑ دے۔ چنانچہ حضرت السر ایسے غائب ہوئے کہ پھر ان کا پتہ نہ چلا۔

بعض لوگ تجویز کرتے ہیں۔ کہ حاملہ عورتوں کو تمباکو نوشی سے احتراز کرنا چاہیئے۔ ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ سوائے مضر اخرات کے جو تمباکو ہر شخص پر کرتا ہے کوئی خاص نتائج پیدا نہیں ہوتے۔ لیکن کیا یہ تمام اثرات کم ہیں بالخصوص جبکہ تمباکو نوشی ان کے معدہ کے دس میں حصوں میں چار اعشاریہ سات بٹا (تہ دہم) حصہ تک نکوٹین کا وجود پایا گیا۔ بچے پر اس کے اثرات معلوم نہ کئے جا سکے۔

کیا تمباکو نوشی ایک اتھلیٹ (ATHLETE) کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اس سوال کا جواب مثبت میں ہے۔ کامیاب اتھلیٹ کے لئے طاقت کا کافی ذخیرہ رکھنا ضروری ہے۔ اور تمباکو نوشی طاقت کو زائل کرتی۔ رتھکاوٹ طاری کرتی ہے۔

ایلڈر شاٹ ملٹری سکول ALDER SHORT انگلستان میں اس حقیقت کو آزمایا گیا ہے سال بیس ہزار سے زیادہ آدمیوں کو زیر تجربہ رکھتے ہوئے تمباکو نوشی کے لحاظ سے تین گروپ بنائے گئے۔

۱۔ بھاری تمباکو نوشی
۲۔ ہلکے تمباکو نوشی
۳۔ غیر تمباکو نوشی

ایک تیس میل لمبی کراس کنٹری دوڑ میں غیر تمباکو نوشی سب سے زیادہ تعداد میں کامیاب ہوئے ہلکے تمباکو نوش دوسرے نمبر پر رہے۔ اور بھاری تمباکو نوشوں کی اکثریت پھسڈی رہی۔ اسی طرح غیر تمباکو

فریضۂ زکوٰۃ کی اہمیت

اور

ماہ نومبر ۱۹۵۴ء کی فہرست

زکوٰۃ دینے سے مالوں میں کمی نہیں آتی بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو اس سے ہمارے مالوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ یہ محض شیطانی وسوسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو زکوٰۃ محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے دیتے ہیں تو ایسے طور پر دینے والے اپنے مالوں کو کم نہیں کرتے بلکہ بڑھاتے ہیں۔ (سورۂ روم آیت ۴۰) یعنی جو کچھ تم خرچ کرو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی بجائے اور دے گا۔ اور وہ سب سے اچھا دینے والا ہے۔ (سورۂ سبا آیت ۴۰) یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو جو سات بالیں پیدا کرے اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے بہت بڑھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا ہے۔ بہت جاننے والا ہے۔ (سورۂ بقرہ آیت ۲۶۲) یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اور اپنے آپ کو ثابت قدم کرنے کے لئے اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اعلیٰ پایہ کی بلند زمین پر باغ ہو۔ جس پر بہت بارش برسی ہو۔ جس کی وجہ سے اس نے دوگنا پھل دیا ہو۔ اور اگر بہت بارش اس پر نہ برسی ہو تو اسے شبنم ہی کافی ہو۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۶۶)

نام	رقم
۱۔ مکرم ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب جماعت احمدیہ آسنور	۹/۷/۰
۲۔ مکرم سیٹھ محمد عبد الحی حسن صاحب " " یادگیر	۱۲۹/-
۳۔ مکرم ایم علی کویا صاحب سکرٹری مال کالیکٹ	۲۳۰/۱/۰
۴۔ محترمہ خدیجہ بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم محمد ابراہیم عبد اللہ حکیم صاحب جماعت احمدیہ وینگرولہ (بمبئی)	۱۲/۱۲/
میزان	۳۸۱/۴/۰

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ زکوٰۃ میں حصہ لینے والے ان مخلصین کے اخلاص اور اموال میں برکت دے۔ نیز انہیں خدمتِ سلسلہ کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی سزا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقریباً ہر جگہ نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے اور مومن کے لئے زکوٰۃ دینا بھی ایسا ہی لازمی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ نماز کا ادا کرنا۔ پس اگر کوئی شخص اس فرض کو بخوشی ادا نہیں کرتا۔ یا ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے۔ تو وہ ویسا ہی قابلِ مواخذہ ہے جیسا کہ تارکِ صلوٰۃ۔ چنانچہ تارکِ زکوٰۃ کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے سخت عذاب میں مبتلا ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں اس عذاب کی نوعیت ایسی خطرناک بیان کی گئی ہے کہ جس کے سننے سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں۔ اور اسے خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کے احکام کے مطابق خرچ نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ جس دن کہ اس سونے و چاندی کو (جمع کرنے کے باعث) جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا۔ پھر اس سے ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ (پھر کہا جائے گا) کہ یہ وہ مال ہے جو تم نے اپنی جانوں کے فائدہ کے واسطے اکٹھا کیا تھا۔ پس اپنے جمع شدہ مالوں کا مزہ چکھو۔"

(ناظر بیت المال قادیان)

تحریک درویش فنڈ میں وصولی ماہ نومبر ۱۹۵۴ء

کی فہرست اور اعلانِ دعا

جن احباب کی طرف سے ماہ نومبر ۱۹۵۴ء میں درویش فنڈ کی رقوم خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں وصول ہوئی ہیں۔ ان کی اسم وار فہرست ذیل میں شائع کی جا رہی ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان مخلصین کے کاروبار اور خاندانوں میں برکت ڈالے۔ اور مزید خدمات کے مواقع عطا فرمائے۔

نام	رقم
۱۔ مکرم منشی فیروز الدین صاحب سکرٹری مال جماعت احمدیہ سرینگر کشمیر	۴۴/-
۲۔ " ابو الحسن صاحب " " بھاگل پور	-/۸/۰
۳۔ " الحاج عبد اللطیف صاحب نور محمد صاحب لنڈاد	۴/۹/۷
۴۔ منجانب [illegible]	۵۲/۸/۰
۵۔ " ایس ایم تسنیم احمد صاحب آرہ	۷/-
۶۔ مکرمہ والدہ صاحبہ ایس۔ ایم تسنیم احمد صاحب آرہ	۸/۰
۷۔ مکرم سیٹھ محمد اعظم صاحب سکرٹری مال منجانب جماعت احمدیہ حیدر آباد	-/۹/-
۸۔ " " " " لجنہ اماء اللہ	۸۳/۱/۴
۹۔ " ڈاکٹر محمد لطیف صاحب بے پور	۳۰/-
۱۰۔ " ڈاکٹر محمد سعید صاحب "	۲۴/-
۱۱۔ " محمد ابراہیم عبد اللہ حکیم صاحب وینگرولہ	۱/-
۱۲۔ " سید یعقوب الرحمٰن صاحب سونگڑہ	۶/-
۱۳۔ " محمد صالح صاحب کیرڈی	۹/۱۰/
۱۴۔ " سعید نظام الدین صاحب رانچی	۲/-
۱۵۔ " میاں سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ	۱۴/-
۱۶۔ مکرمہ زبیدہ بیگم صاحبہ والدہ منیر احمد صاحب اہلیہ محمد صدیق صاحب کلکتہ	۳۰/-
۱۷۔ مکرم سید محی الدین صاحب ایڈووکیٹ رانچی	۱۰/-
۱۸۔ " آئی محمد کنجو صاحب سکرٹری مال جماعت احمدیہ کرونا گاپلی	۴/-
۱۹۔ " ایم محی الدین صاحب "	۶/-
۲۰۔ مکرمہ پی۔ کے ربیعہ بی بی صاحبہ "	۶/-
۲۱۔ " اہلیہ صاحبہ راجہ مظفر خان صاحب صدر جماعت احمدیہ سندیارہ	۱۴/۴/۰
میزان	۳۸۵/۱/۰

اس فنڈ کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق پیشتر ازیں مختلف اوقات میں بذریعہ اخبار "بدر" جماعتی و انفرادی رنگ میں تحریکات کرتے ہوئے توجہ دلائی جا رہی ہے۔ اور اس فنڈ کو برابر جاری رکھنے اور مضبوط بنانے کے متعلق سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ارشاد بھی احباب تک پہنچایا جا چکا ہے۔

مستقل ماہوار ضروری اخراجات کے مقابل پر موجودہ آمد درویش فنڈ بہت کم ہے۔ اور اس میں ابھی بہت اضافہ کی ضرورت ہے۔ بہت سے احباب ایسے ہیں۔ جنہوں نے اخلاص کا اظہار کرتے ہوئے ماہوار ادائیگی کے لئے وعدہ جات مرکز میں بھجوائے تھے۔ مگر ان کی طرف سے ادائیگی میں باقاعدگی نہیں ہوئی۔ ایسے احباب باقاعدگی سے ادائیگی کی طرف توجہ فرماویں۔ اور اپنے بقایا جات ادا کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

جو احباب کسی مجبوری کی وجہ سے قبل ازیں وعدے نہ کر سکے ہوں۔ وہ اب اس تحریک میں شرکت فرماویں۔ اور جو احباب براہ راست درویش فنڈ میں شمولیت کی استطاعت نہ رکھتے ہوں ان کو چاہیئے کہ وقتاً فوقتاً اس تحریک میں حسب توفیق شریک ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

(ناظر بیت المال قادیان)